نہیں دیتے تھے۔

ایک پیغمبرؐ دینِ خدا کی پیشرفت کے لیئے اِدھر اُدھر کی چیہ میگوئیوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

ایک پیغمبر خدا سے اس قدر محبت رکھتا ہوتا ہے کہ اپنی ہر چیز خدا کی راہ میں قربان کرنے پر ہر وقت آمادہ رہتا ہے۔

(یہودیوں) کی کتاب (تلمود) میں لکھا ہے "خداوند اپنے پیغمبرؐ سے چاہتا ہے کہ وُہ اس سے (خدا سے) اپنی جان ومال سے زیادہ محبت کرے۔ ہر چیز جو تم سے لے کر حیثیت وآبرو تک اُس کی راہ میں فدا کرے"

محمدؐ۔ خدا کو جان و دل سے عزیز جانتے تھے اور اُس کے دین کی پیش رفت کے لیئے کسی قسم کی فداکاری میں مضائقہ نہیں کرتے تھے خواہ لوگ تمسخر ہی کیوں نہ اڑائیں۔

محمدؐ ایک ایماندار انسان تھے ایمان بھی ایسا جو باہوش وبا استعداد تھا اور جس کے پاس یہ چیز ہو وہ حراساں نہیں ہُوا کرتا۔ اس لیئے وہ جانتا ہوتا ہے کہ بالآخر ان مشکلات پر غلبہ پالے گا۔

انسان جو خدا پر ایمان کامل رکھتا ہو۔ ہر چیز خدا کی راہ میں قربان کر دیتا ہے۔ اسی طرح محمدؐ نے بھی عزم کیا کہ دینِ اسلام کی کامل فتح کے لیئے ہر طور مکہ پر غلبہ حاصل کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک فداکاری اور کرنا ہوگی۔

محمدؐ کو خبر ملی کہ (اُمِّ حبیبہ) دختر (ابوسفیان) زوجہ (عبداللہ بن جحش) بیوہ ہوگئی ہے۔ (عبداللہ بن جحش) ایک حنیف تھا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد اُس نے بہ اتفاق زوجہ خود حبشہ ہجرت کی اور پھر وہیں دینِ اسلام کو ترک کر دیا۔ اب وہ فوت ہوگیا تھا اور (اُمِّ حبیبہ دُختر ابُوسفیان) بیوہ ہوگئی تھی۔ پس محمدؐ نے ارادہ کیا کہ (اُمِّ حبیبہ) سے خواستگاری کریں اور اُسے اپنے نکاح میں لے آئیں۔ پیغمبرِ اسلام نے سوچا کہ (اُمِّ حبیبہ) کے نکاح کے بعد وُہ (ابوسفیان) کے داماد ہونگے اور یہ رشتہ مکہ میں اُنکے سب سے بڑے دشمن (ابوسفیان) کی خصومت میں کمی کا باعث ہوگا۔

(ابوسفیان) مکہ کی سپاہ کا سپہ سالار تھا۔ اگر اُس کی دشمنی کسی وجہ سے دوستی میں تبدیل ہوجاتی تو یہ اسلام کی پیشرفت کے لیئے بہت سودمند ہوتا۔

(اُمِّ حبیبہ) بنی اُمیہ کے ایک معزز خاندان کی فرد تھیں۔ اگر محمدؐ اُس سے ازدواج کرتے تو تمام قبیلہ (بنی اُمیہ) آپؐ کے قرابتدار ہو جاتے اور وُہ مثلِ گزشتہ آپؐ سے دشمنی برقرار نہ رکھ سکتے۔

(اُمِّ حبیبہ) شوہر کی وفات کے بعد حبشہ ہی میں تھیں۔ محمدؐ نے سوچا جب یہ بیوہ عورت واپس عرب پہنچے گی تو ابُوسفیان اور (امیہ) خانوادہ کے دوسرے افراد کسی طور اُسے محمدؐ سے شادی نہیں کرنے دیں گے۔

انہی وجوہات کی بنا پر محمدؐ نے ایک شخص کو اپنا وکیل مقرر کر کے حبشہ بھجوایا۔ کہ (اُمِّ حبیبہ) سے خواستگار ہو اور اُسے مدینہ لے آئے۔ چونکہ قریش کی مزاحمت کا امکان تھا۔ اس لیئے محمدؐ نے اپنے نامزد وکیل کو (نجاشی) بادشاہِ حبشہ کے نام ایک خط دیا اور ہدایت کی تم سب سے پہلے (اُمِّ حبیبہ) کی رضایت حاصل کرنا اور اگر (اُمِّ حبیبہ) موافقت کریں تو اُس وقت یہ خط بادشاہِ حبشہ (نجاشی) کے پاس لے جانا۔

اِس خط میں محمدؐ نے بادشاہِ حبشہ سے خواہش کی تھی۔ کہ (اُمِّ حبیبہ) جو کہ آپ کی مملکت میں سکونت پذیر ہے کا مجھسے عقد کردیں۔

Marfat.com

(نجاشی) نے پیغمبرِ اسلام کی درخواست قبول کی اور حبشہ ہی میں (اُمِّ حبیبہ) کا عقد محمدؐ سے کر دیا۔ عقد کے بعد (ابُوسفیان) کی بیٹی حبشہ سے مدینہ کے لیئے روانہ ہُوئی۔

جماعت قریش کو عقد کی اطلاع ملی۔ مگر اب وُہ مجبور تھے اور کسی قسم کی مزاحمت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے اسلیئے کہ (اُمِّ حبیبہؓ) اب پیغمبرِ اسلام کی بیوی تھیں اور عرب اسقدر مہذّب تھے کہ ایک بیوی کو اپنے شوہر کے پاس جانے میں مزاحم نہ ہوں۔

(اُمِّ حبیبہؓ) سے ازدواجِ اسلام کی پیش رفت کے پروگرام میں بہت مددگار ثابت ہُوا۔ جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔ اس شادی نے ساکنینِ مکّہ کے مسلمان ہونے میں بڑا مؤثر کردار ادا کیا کیونکہ (اُمِّ حبیبہؓ) (ابُوسفیان) کی بیٹی قریش کے تمام بڑے بڑے خاندانوں سے دُور یا نزدیک کی قرابتدار تھیں۔ جب کبھی (ابُوسفیان) محمدؐ کی مخالفت کرتا وُہ اُسے یاد دلاتے وُہ تمہارا داماد ہے یعنی تمہارے شجرۂ نسب کی وہ بھی ایک شاخ ہے۔ شجرۂ نسب کی اہمیت کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں تکرار کی ضرورت نہیں۔

صلح (حدیبیہ) کا فوری ایک اثر یہ ہُوا کہ مدینہ جزوی طور پر اقتصادی محاصرہ توڑنے میں کامیاب ہوگیا۔ اور مسلمان کُلی طور پر اس اقتصادی محاصرہ کو ختم کرنے کے لیئے آزاد ہوگئے۔

معاہدہ (حدیبیہ) میں قریش پابند تھے کہ آئندہ مسلمانوں کے ہر اقدام پر غیر جانبدار رہیں گے۔

(خیبر) مدینہ کے شمال میں واقع ہے۔ (خیبر) کے یہودیوں نے معاہدہ (حُدیبیہ) طے پا جانے کے باوجود مدینہ سے دشمنی ترک نہ کی اور مدینہ کے قافلوں کی راہ روکتے رہے۔ بدیں وجہ مدینہ کی تجارت شام اور دوسری شمالی مملکتوں سے معطل تھی۔

(خیبر) کے یہودی خود کو اس قدر قوی تصوّر کرتے تھے اور اس گھمنڈ میں تھے کہ وُہ تنہا ہی مسلمانوں سے نبرد آزما ہو سکتے ہیں اور دُوسروں سے مدد کی انہیں قطعاً ضرورت نہیں۔

محمدؐ نے سوچا کہ معاہدہ (حُدیبیہ) سے مدینہ کے جنوبی سمت محاصرہ تو ختم ہو چکا ہے۔ اب شمالی سمت کا محاصرہ توڑنے کے لیئے کوئی اقدام کرنا ہوگا۔ لیکن (خیبر) کے یہودی کسی طور بھی محمدؐ سے صُلح پر آمادہ نہ ہوئے۔ یہودی جو مدینہ سے نقلِ مکانی کر کے (خیبر) چلے گئے تھے (خیبر) کے یہودیوں کو صلح سے روکتے تھے۔

(خیبر) مدینہ کے شمال میں دو سو کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں پانی کی افراط ہے اسی فہم یہ علاقہ زرخیز شمار ہوتا ہے۔

(خیبر) شہر کی حدُود سے تھوڑی دُور ایک وسیع آتش فشاں چٹانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس علاقہ میں کسی قسم کا سبزہ پیدا نہیں ہوتا اور اس سے عبور بہت مشکل ہے۔

قلعہ یا سدّ کو عربی زبان میں (خیبر) کہتے ہیں۔ اس شہر میں آٹھ جنگی قلعے تھے اور ہنگامِ جنگ وہ بیس ہزار جنگجو میدانِ جنگ میں لا سکتے تھے۔

(خیبر) عرب کا ایک قدیم شہر شمار ہوتا ہے۔ سن ۵۳۰ میلادی یہ ایک عربی شہر تھا۔ اسی سال یعنی سنہ ۵۳۰ میلادی میں خیبر والوں نے (ابونواس) کے ساتھ پیمانِ اتحاد باندھا تو اس شہر میں یہودیوں نے نفوذ حاصل کیا۔

یہود ایک محنتی اور با ارادہ قوم ہونے کے باعث (خیبر) میں جلد ہی اکثریت تام حاصل کر گئی۔ یہاں تک کہ جب مسلمانوں نے

خیبر پر لشکر کشی کی تو اس شہر میں کسی ایک عرب کا بھی وجود نہ تھا۔

(خیبر) کے رہنے والے ثروت مند لوگ تھے۔ (خیبر) شمالی عربستان کے بڑے تجارتی مراکز میں سے ایک تھا۔ (خیبر) کے زرگر بڑے معروف تھے وہ طلائی زیورات اور ظروف جزیرۃ العرب کے اشراف کو بیچا کرتے یا مناسب ضمانت ملنے پر کرایہ پر دیا کرتے تھے۔

(زرگری) یہودیوں کے لیئے ہی مخصوص تھی۔ جزیرۃ العرب کے شمال اور جنوب میں زرگروں کے چند مراکز تھے لیکن کوئی ایک بھی خیبر کے پایہ کا نہیں تھا۔

وہ نشیبی علاقہ جہاں خیبر شہر واقع تھا مرطوب تھا اور وہاں رہنے والے ایک بیماری میں مبتلا ہو جایا کرتے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا۔ کھڑے پانی سے جو ہوا اُٹھتی ہے وہ انسان کو بیمار کر دیتی ہے۔ اس مرض کو وُہ (پانی کی بیماری) کہا کرتے تھے۔ آج ہم جانتے ہیں کہ یہ مرض ملیریا ہے جو پانی سے نہیں بلکہ مچھر کے کاٹنے سے لاحق ہوتی ہے۔ وہ لوگ مچھر کو نہیں پہچانتے تھے۔ ویسے بھی ملیریا کے مچھر کی پہچان جدید انکشافات میں سے ہے۔

(خیبر) کی چھوٹی چھوٹی وادیوں میں پانی فراواں تھا۔ جس کی وجہ سے یہ مرض عام تھی۔

اعراب بادیہ حیرت زدہ تھے کہ یہودی کیونکر اس مرطوب سرزمین میں زندگی گزارنے پر قادر ہیں۔ یہ پانی کے مرض سے بیمار ہو کر کیوں نہیں مرجاتے۔

یہودی ان کی سادگی کو مدِنظر رکھتے ہوئے اُن سے حکایت کرتے کہ (خیبر) میں اس مرض کے حملہ سے بچنے کے لیئے ضروری ہے کہ آدمی اس شہر میں داخل ہونے سے پہلے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر گدھے کی سی آوازیں نکالے۔ اُس کے بعد اگر وُہ شہر میں داخل ہوگا تو اُسے کوئی مرض لاحق نہیں ہوگا اور اگر وُہ ایسا نہیں کرے گا تو پھر اُس کی موت (پانی کی بیماری) یعنی ملیریا سے ہی ہوگی۔

سادہ لوح عربوں نے اس حکایت یا ہدایت کو قبول کر لیا۔ وُہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے ہاتھ پاؤں زمین پر رکھ کر گدھے کی سی آوازیں نکال کر یہ یقین حاصل کر لیتے کہ اب یہ مرض اُن پر حملہ آور نہیں ہوگا۔

اِس عمل کو عربی زبان میں (تعشیر) یعنی دس[۱۰] برابر کرنا کہا گیا۔ اسی مناسبت سے بدوی عرب (خیبر) کو (تعشیر) بھی کہا کرتے تھے۔

لیکن خود یہودیوں نے اِس مرض سے بچاؤ کے لیئے چند قواعد مرتب کر رکھے تھے:

(۱)۔ (ساقط) یعنی ٹھہرے ہوئے پانی کو ہرگز نہیں پیتے تھے۔ جب بہتا ہوا پانی میسر نہ آتا تو شراب پیتے تھے۔

(۲)۔ لہسن بہت زیادہ کھاتے تھے۔ اس کثرت سے کہ آبادی کی ہوا میں ہر وقت لہسن کی بُو بسی رہتی تھی۔ آج لہسن کی افادیت ہم پر ظاہر ہو چکی ہے۔ یہ کئی امراض کی پیش بندی کرتا ہے۔

(۳)۔ یہودی کم ارتفاع مقام پر قیام نہیں کرتے تھے بلکہ قیام کے لیئے اونچے مقام کا انتخاب کیا کرتے تھے اور تجربہ نے اُن پر ثابت کر دیا تھا کہ مرتفع نقاط پر انسان شاذ ہی اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔

Marfat.com

(۴)۔ یہودی عموماً بہار کے موسم میں (خیبر) سے باہر چلے جایا کرتے تھے۔ یہ احتیاط وہ یہ جانے بغیر کہ مچھر کی افزائش ٹھہرے پانی کی وجہ سے ہوتی ہے کیا کرتے تھے۔

معاہدہ (حُدیبیہ) کی اطلاع ملنے پر خیبر کے یہودیوں نے پیش بینی کرلی تھی کہ اب مسلمانوں اور اُن کے درمیان جنگ ناگزیر ہے۔

معاہدہ (حُدیبیہ) سے پہلے (خیبر) کے یہودی مکّہ والوں کے اتحادی تھے۔ اور مسلمانوں کے لیئے اُن پر حملہ آور ہونا بہت مشکل تھا۔ لیکن اب جب کہ مسلمانوں اور قریش کے درمیان جنگ بندی کا دس سالہ معاہدہ طے پا گیا۔ تو (خیبر) اور (مکّہ) کا اتحاد خود بخود ختم ہو گیا تھا۔

پیغمبرِ اسلام نے خیبر پر حملہ کے لیئے ایک ہزار[۱۵۰۰] پانچسو افراد کا لشکر تیار کیا اور خود اپنی ہی قیادت میں اُس لشکر کو لے کر خیبر کی طرف کوچ کیا۔ جب کہ (خیبر) کے یہودی بیس ہزار افراد پر مشتمل لشکر مقابلہ پر لا سکتے تھے۔

بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ مسلمانوں نے (خیبر) کے یہودیوں پر اچانک حملہ کیا تھا۔ جب کہ حقیقت ایسے نہیں ہے۔ معاہدہ (حدیبیہ) کی اطلاع ملنے پر ہی انہیں واضح ہو گیا تھا کہ اب ممکن ہے محمدؐ (خیبر) پر حملہ آور ہوں۔ اور اُسی دن سے وُہ دفاع کی تیاری میں مشغول تھے۔

یہی وجہ تھی کہ جب لشکرِ اسلام (خیبر) پہنچا تو یہودی مکمل طور پر دفاع کے لیئے تیار تھے۔ انہوں نے آٹھ قلعوں میں کافی مقدار میں سامانِ خوراک جمع کر رکھا تھا اور بیس[۲۰] ہزار سپاہ پُورے ساز و سامان سے لیس جنگ کے لیئے تیار تھی۔

(خیبر) پر حملہ سے پہلے پیغمبرِ اسلام نے یہُودیوں کے دو اتحادی قبیلوں (بنی فزارہ اور بنی غطفان) کی سرکوبی ضروری خیال کی تاکہ عقب محفوظ رہے۔

وُہ دونوں قبائل لشکرِ اسلام کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے محمدؐ سے وعدہ کیا کہ وُہ اس جنگ میں غیر جانبدار رہیں گے گرچہ انہوں نے یہودیوں سے اپنا معاہدہ ختم نہ کیا۔

دو چیزیں اِن دونوں قبیلوں کی وحشت کا باعث تھیں۔ ایک تو جنگ ہائے بدر، احد اور خندق کے نتائج اور دوسرے معاہدہ (حدیبیہ)۔ اُن دونوں قبیلوں نے سوچا۔ مکّہ والے محمدؐ سے صُلح کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ ہم بھی مسلمانوں کے ساتھ جنگ سے باز رہیں۔

محمدؐ ان دونوں قبیلوں سے مطمئن ہونے کے بعد (خیبر) کی طرف بڑھے۔

مؤرخین نے (خیبر) کے جنگی قلعوں کی مضبوطی اور استحکام (FOETIFICATIONS) کی تصدیق کی ہے۔ ایک فرانسیسی انجینئر (وبان) نے سترھویں صدی عیسوی میں اِس طرز کے استحکامات کا ابداع کیا تھا۔

"توضیح: (خیبر) کے ان آٹھوں قلعوں کی تعمیر مٹی اور پتھروں سے کی گئی تھی اور یہ بڑی جنگی اہمیت کے حامل تھے۔ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ قلعوں کے اندر سے دشمن پر متقاطع تیر اندازی کی جا سکتی تھی۔ (مترجم)"

لشکر کی کمان خود محمدؐ کے ہاتھ میں تھی۔ آپؐ نے مسلمانوں سے فرمایا۔ ہمارے پاس ان قلعوں کو تباہ کرنے کے لیئے

Marfat.com

وسائل نہیں ہیں۔ ہمارا جنگی اسلحہ صرف تیر و کمان اور تلوار پر مشتمل ہے اور اس نوع اسلحہ کے ساتھ ان قلعوں کو تسخیر نہیں کیا جا سکتا۔ ان قلعوں کو ایک ہی طریقہ سے فتح کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ ان کا محاصرہ کیا جائے۔ تمام نہریں جو قلعوں کے اندر جاتی ہیں اُن کو باہر سے بند کر دیں تاکہ پانی قلعوں کے اندر نہ پہنچ پائے۔ اگر یہودیوں نے قلعوں کے اندر پانی ذخیرہ نہ کیا ہوا اور وُہ کنواں کھودنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو پھر ممکن ہے پیاس سے نڈھال ہو کر جلد ہی ہتھیار ڈال دیں۔

مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ آٹھوں قلعوں پر باری باری حملہ کیا جاوے اور جب ایک قلعہ کے محصورین ہتھیار ڈال دیں۔ تو دُوسرے قلعہ پر حملہ کیا جاوے (خیبر) پر حملہ کے آغاز میں مسلمانوں کو یہودیوں کی منجنیقوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہودیوں نے خوب سنگ باری کی۔

یہودیوں نے پتھروں کو مدوّر تراشا ہوا تھا اور منجنیق سے وُہ اِن مدوّر پتھروں کو مسلمانوں پر پھینکتے تھے۔ اس سنگباری کے سامنے مقاومت مشکل تھی۔

یہ پہلا موقع تھا مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں منجنیقوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اُن میں سے کوئی بھی اُن کا دفاع نہیں جانتا تھا۔ محمدؐ نے حکم فرمایا۔ پہیوں والے لکڑی کے بُرج بنائے جائیں اور اُن بُرجوں میں بیٹھ کر قلعہ کے نزدیک پہنچیں اور جب ہم ایک بار قلعہ کے نزدیک پہنچ گئے تو سنگباری بے اثر ہو جائے گی۔ اس لیئے کہ منجنیق سے پتھر دور پھینکا جا سکتا تھا نہ کہ نزدیک۔

محمدؐ نے فرمایا جب قلعہ کے نزدیک پہنچو تو ایک خطرے کا خیال رکھنا۔ یہودی سوراخوں سے پتھر نہ پھینکیں۔ سُوراخ صرف بُرجوں میں ہیں دیواروں میں نہیں۔ لہٰذا اگر تم خود کو دیواروں کے نیچے پہنچا لوگے تو دشمن کی منجنیقیں بیکار ہو جائیں گی۔

مسلمان جب (خیبر) کی حدود میں داخل ہُوئے تو لشکر کی کمان خود آپؐ کے پاس تھی لیکن نامساعد آب و ہوا کی وجہ سے آپؐ بہت جلد علیل ہو گئے اور لشکر کی کمان (ابوبکرؓ) نے سنبھالی۔

(ابوبکرؓ) کو لشکر کی کمان سنبھالے ابھی دو ہی روز ہوئے تھے کہ آپؓ کو بھی بخار نے آلیا۔

لشکر کی کمان عمرؓ بن الخطاب کو منتقل ہو گئی۔

(عمرؓ بن الخطاب) بھی جلد ہی بیمار پڑ گئے۔ انہوں نے لشکر کے سرداروں کو اکٹھا کیا اور فرمایا۔ میرے خیال میں لشکر کی کمان (علیؓ بن ابی طالب) کے سپُرد کی جائے وُہ ایک لائق۔ با استقامت۔ صابر اور شجاع انسان ہیں۔ اگر انہیں دُشمن کی ایکصد سپاہ کا تنہا مقابلہ بھی کرنا پڑے تو آپ پیٹھ دکھانے والے نہیں ہیں۔

اگر کوئی شخص یہودیوں کے ان قلعوں سے نبٹ سکتا ہے تو میری نظر میں وُہ علیؓ ہے لہٰذا میں لشکر کی کمان اُن کو سونپتا ہوں۔ آپ سب اُن کی اطاعت کریں۔

جس وقت علیؓ کو لشکر کی کمان سونپی گئی آپ کو بھی بخار تھا۔ مگر آپ نے یہ ذمہ داری قبول فرمائی اور اُسی دن (خیبر) کے ایک قلعے (نطات) کا محاصرہ کر لیا۔

دو مؤرخوں (بغوی اور ابی الحدید) نے علیؓ کے انتخاب کو قدرے مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ وُہ لکھتے ہیں جب

Marfat.com

محمدؐ بیمار ہوئے تو کمان (ابوبکرؓ) کو سونپی گئی۔ انہوں نے قلعہ پر حملہ کیا مگر اس چھوٹے سے لشکر کو کافی نقصان اُٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ جس کی وجہ سے (ابوبکرؓ) نے اس ذمہ داری کی انجام دہی سے معذوری ظاہر کی۔

محمدؐ جو بیمار تھے۔ لشکر کی کمان (عمرؓ بن الخطاب) کو سونپی۔ انہوں نے بھی کئی ایک حملے کیے بالآخر معذوری ظاہر کی۔

محمدؐ نے فرمایا۔ لشکر کی کمان علیؓ کے سپرد کی جائے امید ہے وہ معذوری ظاہر نہیں کرے گا۔

محمدؐ نے جب لشکر کی کمان علیؓ کو سونپنے کا حکم فرمایا۔ علیؓ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ذمہ داری سنبھالنے کا اعلان کیا اور اُسی روز قلعہ (نطات) پر حملہ آور ہوئے۔

بطوریکہ (بغوی اور ابی الحدید) نے ذکر کیا ہے۔ حملہ کے پہلے ہی دن ایک شخص جس نے قیمتی خود پہنا ہوا تھا۔ قلعہ کی دیوار کے اُوپر سے آواز لگائی۔ "مسلمانوں تمہارا سپہ سالار کون ہے؟

علیؓ نے قلعہ کے نیچے سے جواب دیا۔ میں (علیؓ بن ابی طالب) اسلامی لشکر کا سپہ سالار ہوں۔ اُس شخص نے اُونچی آواز میں اپنا تعارف کرایا۔ اے علیؓ میں (مرحب) ہوں۔ ان آٹھ قلعوں میں سے ایک قلعہ میرے نام پر ہے۔ کیا تم خود کو اس قابل پاتے ہو کہ میرے ساتھ تنہا جنگ کرو۔ (علیؓ) نے کہا۔ میں نے آج تک دعوت مبارزہ ردّ نہیں کی اور تیری دعوت بھی ردّ نہیں کروں گا۔ (مرحب) نے کہا۔ اس صورت میں میں قلعہ سے باہر آکر تم سے مقابلہ کروں گا۔

(مرحب) قلعہ سے خارج ہوا اور قلعہ کا دروازہ اُس کے پیچھے بند کر دیا گیا۔

علیؓ کی آنکھوں میں درد تھا انہوں نے زرہ بھی نہیں پہنی ہوئی تھی جوں ہی وجود اس کے وہ (مرحب) کے مقابلہ پہ آئے۔ اور (مرحب) کو جس نے خود والی زرہ یعنی (مغفر) پہنی ہوئی تھی قتل کر دیا۔

(مرحب) کو قتل کرنے کے بعد علیؓ نے حکم دیا کہ قلعہ نطات کے دروازوں کو توڑنے کے لیئے درختوں کے تنوں سے استفادہ کیا جائے۔ درخت کے تنے کو تیس[۳۰]، چالیس مجاہد اٹھا کر سُرعت کے ساتھ دوڑتے ہوئے قلعہ کے دروازہ سے ٹکراتے تھے۔ چند شدید ضربات کے بعد قلعے کا دروازہ ٹوٹ جایا کرتا تھا۔

مسلمانوں نے درختوں کے تین تنے منتخب کیے۔ ہر تنے کو پچاس[۵۰] مجاہد اٹھا کر قلعہ کے دروازے سے ٹکراتے مسلمانوں کی ایک جماعت جس وقت دروازہ توڑنے میں مشغول تھی اس وقت مسلمانوں کی ایک دُوسری جماعت دیواروں کے ساتھ سیڑھیاں لگا کر قلعہ کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔

مسلمان لکڑی کے پہیئے دار بُرجوں کی مدد سے قلعہ کی دیواروں کے نیچے پہنچتے اور پھر دیوار کے ساتھ سیڑھیاں لگاتے (نطات) کا قلعہ دو روز کی شدید مقاومت کے بعد پامال ہوگیا۔ دروازہ ٹوٹا اور مسلمان قلعہ میں داخل ہوگئے یہودیوں کو اسیر بنایا اُن کے اموال کو قبضہ میں لے لیا۔

(نطات) کے قلعہ کے سرنگوں ہوتے ہی علیؓ نے دوسرے قلعہ (ناعم) کے محاصرہ کا حکم دیا۔

اِس جنگ میں علیؓ نے دس[۱۰] روز میں چار[۴] قلعے فتح کیے اور باقی چار قلعوں کے محصورین نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ان دس[۱۰] دنوں میں علیؓ نے سولہ[۱۶] دفعہ تن بہ تن جنگ کی اور ان سولہ[۱۶] حریفوں کو یا تو قتل کر دیا یا اس قدر زخمی کہ وہ مقابلہ جاری نہ رکھ سکے۔

Marfat.com

ایک روایت یہ بھی ہے کہ بقایا چار قلعے بھی بغیر مقابلہ کیئے تسلیم نہیں ہوئے تھے بلکہ مجبور ہو کر ہتھیار ڈالے تھے۔
جنگ (خیبر) میں علیؓ کی فتح اور ان آٹھوں قلعوں کا سرنگوں ہونا بلا تردید صدرِ اسلام کی ایک بہت بڑی کامیابیوں میں سے ایک ہے۔ اسلیئے کہ لشکرِ اسلام قلعہ شکنی کے وسائل سے محروم تھا اور جنگجو محصورین کی تعداد بیس[۲۰] ہزار تھی۔
جس وقت آخری قلعہ فتح ہوا۔ محمدؐ تازہ بسترِ علالت سے اُٹھے تھے۔ تمام مسلمانوں کی موجودگی میں (علیؓ) کو پکڑ کر چوم لیا اور فرمایا۔ اے علیؓ تم (اسداللہ) اللہ کے شیر ہو۔ علیؓ کا یہ لقب بہت مشہور ہے۔
(خیبر) کی جنگ میں بہت زیادہ مالِ غنیمت خصوصاً اشیائے خوردنی مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔
(عائشہؓ) اُمّ المؤمنین فرماتی ہیں۔ رسولؐ اللہ کی زوجیت میں پہلی مرتبہ جنگِ خیبر کے بعد ہمیں نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں۔ جنگِ خیبر سے پہلے اشیائے خوردنی جو گھر میں آتیں ہمیشہ کم ہوتی تھیں اور کھجوریں گن کر ہمیں دی جاتی تھیں۔
فتح (خیبر) کے بعد محمدؐ نے یہودیوں پر سختی نہیں فرمائی۔
یہودیوں کو اجازت دی گئی کہ اگر وُہ (خیبر) سے نقل مکانی کرنا چاہتے ہیں جو سامان چاہیں اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں بجز کھجوروں، بھیڑ بکریوں، غلہ کے اور بعض روایات میں گھر کا سامان مثل قالین و برتن وغیرہ کا ذکر ہے۔
جن یہودیوں نے خیبر ہی میں رہنے کی خواہش ظاہر کی انہیں (خیبر) میں ہی رہنے دیا گیا۔ اور اجازت دی گئی کہ مثل سابق اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں۔
علیؓ نے اسلامی لشکر کو باغات اور نخلستانوں میں داخل ہونے سے منع فرمادیا۔ یا یہ کہ ان باغات کے درختوں اور پھلوں کو نقصان پہنچانے سے منع کر دیا۔
مسلمانوں اور یہودیوں کی بہبود اور باہمی تعلقات کی استواری کے خیال سے آپؐ نے (خیبر) کی ایک یہودی عورت (صفیہ) سے شادی کر لی۔
ایک دن ایک مجاہد (خیبر) کے قلعوں کے درمیان سے گزر رہا تھا کہ قتل کر دیا گیا۔ علیؓ نے تمام یہودیوں کو جمع کیا اور قاتل کے متعلق استفسار کیا۔ یہودیوں نے قسم کھائی کہ اُس کا قاتل کوئی یہودی نہیں اور (خیبر) کے یہودیوں میں سے کسی نے اُسے قتل نہیں کیا۔
علیؓ نے یہ سب حالات محمدؐ کے حضور عرض کیئے کہ تمام یہودی قسم کھاتے ہیں کہ وُہ اِس قتل میں ملوّث نہیں ہیں۔ پس اس مقتول کا خُوں بہا کس سے وصول کیا جاوے۔
محمدؐ نے فرمایا۔ چُونکہ انہوں نے قسم کھائی ہے میں اُن کی قسم قبول کرتا ہوں اور خونبہا اپنی گرہ سے ادا کر دیا۔ فتح خیبر کے بعد دو اور یہودی قبیلے جو (وادی القرا) میں رہتے تھے مسلمانوں کو جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو گئے اور اطاعت قبول کر لی۔

Marfat.com

خالد بن ولید نے کہا یہ مرد فریب کار نہیں ہو سکتا

جنگِ خیبر کے دوران دو مسلمان افراد حبشہ سے خیبر آئے۔ اُن میں سے ایک آپؐ کا برادرِ رضاعی (جعفر بن ابی طالب) اور دُوسرا (عمرو بن اُمیہ) تھا۔ ان دونوں مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کی تھی اور اب سب سے آخر میں حبشہ کو چھوڑا۔ ان کے واپس آنے کے بعد حبشہ سے مسلمانوں کی واپسی مکمل ہو گئی۔

فتح خیبر کے بعد یہودیوں نے حسبِ سابق اپنے کنیسہ میں عبادت شروع کر دی۔ تمام اوراق و مذہبی کتب جو جنگ کے دوران مسلمانوں کے قبضہ میں آئی تھیں۔ یہودیوں کو واپس کر دی گئیں۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات بہت خوشگوار ہو گئے۔

ایک یہودی عورت (زینب) نے جو (حرث) کی بیٹی تھی اور (سلام بن سلم) کی بیوی تھی۔ پیغمبرؐ اسلام کے لیئے طعام بھجوانے کی خواہش ظاہر کی۔ ایک بکری کو بریاں کیا اور چُونکہ اُس نے سُن رکھا تھا پیغمبرؐ اسلام کو دستی کا گوشت بہت پسند ہے لہٰذا دونوں دستیوں کو زہر آلود کر کے آپؐ کے لیئے بھجوا دیا۔ جب یہ طعام لایا گیا آپؐ کے پاس ایک مسلمان (بشیر بن مراعین معرور) بیٹھے تھے۔ پیغمبرؐ اسلام نے ایک دستی اُسے دی اور دُوسری سے لقمہ جُدا کر کے مُنہ میں ڈالا۔

(بشیر بن براعین معرور) نے پیغمبرؐ اسلام سے دوسری دستی لے کر اُسے دانتوں سے کاٹ کر گوشت علیحدہ کیا اور کھا لیا۔

پیغمبرؐ اسلام نے جو لقمہ مُنہ میں ڈالا تھا فوری مُنہ سے نکال لیا اور (بشیر بن مراعین معرور) سے کہا اسے مت کھانا یہ زہر آلود ہے۔

(بشیر بن مراعین معرور) کچھ گوشت کھا چکا تھا لہٰذا فوت ہو گیا۔ آپؐ زندہ رہے۔

(زینب) کو گرفتار کر کے اُس سے پُوچھا گیا۔ کیا تم نے جو گوشت (بھنا ہوا) پیغمبرؐ اسلام کے لیئے بھیجا تھا زہر آلود تھا؟

اُس عورت نے اعتراف کیا اور کہا۔ مَیں نے خود گوشت کو زہر آلود کیا تھا اور دل میں سوچا کہ اگر محمدؐ خدا کا بھیجا ہوا ہے اور اُس کا پیغمبر ہے تو اُسے گوشت کے زہر آلود ہونے کا علم ہو جائے گا وُہ اسے نہیں کھائیگا لہٰذا نہیں مرے گا اور اگر پیغمبر نہ ہوا تو وُہ یہ زہر آلود گوشت کھا کر مر جائے گا۔ اور میں اُس کی مرگ پر متاسف نہ ہوتی لیکن محمدؐ نے چونکہ اس گوشت کو نہیں کھایا۔ گوشت کو مُنہ سے باہر پھینک دیا۔ پس معلوم ہوا کہ وُہ پیغمبرِ خدا ہیں۔

Marfat.com

جن مؤرخوں نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے وُہ خاموش ہیں کہ مسلمانوں نے اِس عورت سے کیا سلوک کیا؟ آیا سزا دی گئی یا معاف فرما دیا گیا۔ مسعودی۔ ابن ہشام۔ اسد بیگ۔ طبری۔ ابن ابی الحدید۔ زمخشری سب نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے مگر اس بات پر خاموش ہیں کہ یہ جان لینے کے بعد کہ محمدؐ سچے پیغمبرؐ ہیں وُہ عورت ایمان لائی یا نہ۔

کچھ مؤرخین اسلام نے لکھا ہے کہ جب اس جہاں سے کُوچ کا وقت قریب تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ میری موت کا سبب وہی زہر ہے جو (خیبر) میں مجھے کھلایا گیا تھا۔ اگرچہ میں نے وہ گوشت نگلا نہیں مُنہ سے نکال دیا تھا لیکن مُنہ میں گوشت چبانے کی وجہ سے کچھ اُس کا شیرہ حلق سے نیچے چلا گیا تھا۔ اُسی نے مجھے بیمار کیا اور میری موت کا باعث ہُوا ہے۔

اگر ان مؤرخین کا یہ لکھا صحیح ہے تو پھر تو محمدؐ بن عبداللہ پیغمبرِ اسلام نے نیز شہادت کا درجہ پایا اس لیئے کہ یہ دُشمن کے زہر کا اثر تھا۔

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ۶۲۸ء مطابق ۶ ہجری محمدؐ اور مسلمانوں نے مکّہ جا کر حج عمرہ ادا کرنے کی کوشش کی مگر مکّہ کے بُت پرستوں نے (حُدیبیہ) میں مسلمانوں کو روک دیا۔ اُسی جگہ بُت پرستوں اور مسلمانوں کے درمیان بالآخر ایک دس سالہ معاہدہ ہُوا۔ جس کی رُو سے مسلمان آئندہ سال خانہ کعبہ کی زیارت کر سکتے تھے اور یہ کہ مسلمان مکّہ میں تین دن سے زیادہ قیام نہیں کریں گے۔

اس معاہدہ (حدیبیہ) کی رُو سے آپ ۶۲۹ء مطابق ۷ ہجری دو ہزار افراد کے ساتھ مکّہ کو روانہ ہوئے تاکہ زیارت کعبہ کر سکیں۔

زائر ہونے کی حیثیت سے جُز شمشیر کوئی اور اسلحہ اُن کے پاس نہیں تھا۔

جس وقت مسلمان مکّہ میں وارد ہُوئے۔ قریش کے لوگ ڈر کر مکّہ سے باہر چلے گئے اور مکّہ کے اردگرد پہاڑوں پر چڑھ گئے خصوصاً اُن پہاڑوں پر جو مشرف بہ خانہ کعبہ تھے اور وہاں سے مسلمانوں کو طواف کرتے دیکھتے رہے۔

قریش کے اِس خوف کی وجہ یہ تھی کہ انہیں مسلمانوں پر اعتماد نہیں تھا۔ انہیں خدشہ تھا کہ مسلمان کہیں شہر میں داخل ہونے کے بعد ہم پر حملہ نہ کر دیں اور ہم سب کو قتل نہ کر دیں۔

محمدؐ نے بھی احتیاط برتی تھی۔ ایک سو سواروں پر مشتمل ایک دستہ کو (محمد مسلمہ) کی سربراہی میں منطقۃ (مرالظہران) کے حصّہ مقعر میں مستقر کیا۔ اُس کے جوار میں پہاڑی علاقہ تھا جہاں سے محمد مسلمہ اور اُس کے سوار مکّہ پر نگاہ رکھ سکتے تھے۔

محمدؐ نے (محمد مسلمہ) کو حکم دیا تھا کہ جیسا دیکھو کہ اہلِ مکّہ نے مسلمانوں پر حملہ کیا ہے تو اپنے دستہ کے ساتھ فوری مدد کے لیئے پہنچ جانا۔ دُوسری صُورت میں تمہارا قیام وہیں رہے گا۔ تا وقتیکہ ہم لوٹ آئیں۔

بُت پرست جو پہاڑوں کے اُوپر سے مسلمانوں کے مکّہ میں وُرود کا منظر دیکھ رہے تھے۔ مسلمانوں کے نظم و ضبط پر بہت متعجب ہُوئے۔

(بلالؓ حبشی) جنہیں اسلام کے دورۂ اوّل میں (ابوجہل) نے جلتے سُورج کے نیچے تپتی زمین پر باندھ کر لٹا دیا تھا نے کعبہ کی اُونچی چھت پر چڑھ کر اذان کہی۔

جب بلالؓ نے کہا۔ اللہُ اکبَر.... اللہُ اکبَر..... لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ۔ مکہ کے لوگوں کے دلوں پر وحشت و نفرت کی وجہ سے لرزہ طاری ہو گیا۔ اور وُہ منتظر رہے کہ ابھی کعبہ کا بڑا بُت مسلمانوں پر آسمان گرا دے گا۔

لیکن کوئی (نامطلوب) واقعہ مسلمانوں کو پیش نہ آیا۔ حتّٰی کہ ایک سنگریزہ بھی آسمان سے نہ گرا۔ اور اوّلین بار اللہ اکبر کی صدا مکہ کی فضاؤں میں انعکاس پیدا کر رہی تھی۔

جس گھڑی محمدؐ اور مسلمان احرام کی حالت میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ فرطِ شوق اور خلوصِ نیّت سے اُنکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حتّٰی کہ (عمرؓ بن الخطاب) بھی رو رہے تھے۔ اِس لیئے کہ مسلمان ایک مدّت خانہ کعبہ سے دُور کر دیئے گئے تھے اور وُہ تصوّر نہیں کرتے تھے کہ وُہ دوبارہ خانہ کعبہ کو دیکھ سکیں یا اُس کا طواف کر سکیں گے۔

حجِ عمرہ کی رسومات کی ادائیگی کے بعد کی خواہش تھی کہ کسی طرح جماعتِ قریش سے راہ و رسم پیدا ہو لہٰذا آپؐ نے عرب کی معروف ترین عورتوں میں سے ایک کے ساتھ ازدواج کرنے کا ارادہ کیا۔

پس آپؐ نے (میمونہ بنت الحارث) جو (عبّاس) کی بیوی کی بہن تھیں سے ازدواج کر لیا۔

یہ ازدواج ایک بہت بڑا سیاسی اقدام تھا اس لیئے کہ (میمونہؓ) کی آٹھ بہنیں تھیں اور سب کی سب مکّہ کے بڑے بڑے امراء کے گھروں میں تھیں۔ محمدؐ (میمونہؓ) سے شادی کے بعد آٹھ بڑے افراد کے قرابت دار ہو گئے۔

(ابنِ ہشام)۔ (ذمخشری) اور (ابنِ حبیب) لکھتے ہیں کہ جو کوئی بھی (میمونہؓ) سے شادی کرتا تمام مکّہ کا قرابتدار شمار ہوتا۔ (ابنِ حبیب) کہتا ہے کہ (ہنت)۔ (میمونہؓ) کی والدہ عرب عورتوں کے درمیان حشمت و شکوہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تھی۔

پیغمبرِ اسلامؐ کا مقصد (خالد بن ولید) سے قرابت داری پیدا کرنا تھا۔

(خالد بن ولید) (میمونہؓ) کے بھائی کا لڑکا تھا۔ (میمونہؓ) نے ہی اس کی پرورش کی تھی۔

اب جب کہ (میمونہؓ) محمدؐ کی زوجہ ہوئیں۔ (خالد بن ولید) ایک طرح سے محمدؐ کے فرزند ٹھہرے۔

ایک اور علل یہ بھی تھی کہ اس بہانے سے سردارانِ قریش کی دعوت کی جا سکے اور دعوتِ ولیمہ اکٹھے کھانا کھانے کا بہترین موقع فراہم کرتی تھی۔

مکّہ میں وُرود کے دُوسرے ہی دن محمدؐ نے دعوت کے انتظامات شروع کر دیئے تھے۔ اہلِ مکّہ بدستور پہاڑوں پر بیٹھے تھے انہیں جرأت نہ تھی کہ پہاڑوں سے اُتر کر شہر میں داخل ہوں۔

لیکن مسلمانوں کے مذہبی انضباط۔ بلالؓ کی اذان اور نماز میں صف بندی کے مناظر نے مشرکینِ مکّہ کو بہت متاثر کیا۔

یہ تاثر اس قدر گہرا تھا کہ (خالد بن ولید) مشرکینِ مکّہ کا ایک سردار جو پہاڑ پر سے یہ منظر دیکھ رہا تھا بے ساختہ کہہ اُٹھا یہ مرد جو ایسا دین لایا ہے اور اِس طرح کے پیروکار رکھتا ہے جھوٹا اور فریبی نہیں ہے۔ ہم سب دیکھ رہے ہیں جو لوگ اس کے اردگرد جمع ہیں اُس پر واقعی ایمان رکھتے ہیں۔ اگر یہ مرد جھوٹا ہوتا تو یہ لوگ اُس پر اِس خلوص سے ایمان نہ لاتے۔

تیسرے روز علی الصبح محمدؐ نے قریش کو دعوتِ ولیمہ کا پیغام بھجوانے کا ارادہ کیا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ آپؐ کے پیغامبر قریش کو دعوت دینے کے لیئے جاتے قریش کے نمائندوں کی ایک جماعت شہر میں داخل ہوئی اور سیدھی محمدؐ کے پاس آئی۔

اس نمائندہ جماعت کی ریاست (ابن عبدالعزا) کے سپرد تھی۔

(عزیٰ) خانہ کعبہ کے تین بڑے بتوں میں سے ایک تھا مکہ کے بعض لوگ اپنے نام اس نسبت سے (عبداللات) یا (عبدالمنات) یا (عبدالعزا) رکھا کرتے تھے۔

یہ بھی واضح ہو کہ مسلمانوں کا خدا (اللہ) بھی خانہ کعبہ میں تھا یعنی بعضی افراد (اللہ) کو بھی مثل لات، منات اور عزا پرستش کرتے تھے۔ جیسے قبل از اسلام محمدؐ کے والد ماجد کا نام عبداللہ تھا۔

(اللہ) ابراہیمؑ کا خدا تھا۔ ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی بنا کی تھی۔ لہٰذا لوگ ابراہیمؑ کے خدا کو محترم شمار کرتے تھے بغیر اسکے کہ اللہ کو دوسرے بتوں پر ترجیح دیں۔

اسی بنا پر محمدؐ کے والد ماجد اگر (عبداللہ) کہلاتے تھے تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ مسلمان تھے (اللہ) دورِ جاہلیت میں کعبہ کے خداؤں میں سے ایک خدا شمار ہوتا تھا۔

(ابن عبدالعزا) اور اس کے ساتھی رسولؐ اللہ کے پاس گئے تو دیکھا کہ مسلمان پذیرائی کے وسائل مہیا کرنے میں مشغول ہیں۔

(ابن عبدالعزا) کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ سب انتظامات اس لیئے کیئے جا رہے ہیں کہ محمدؐ اپنی شادی پر قریش کو دعوت دینے میں بلانا چاہتے ہیں۔ تو محمدؐ کو فوری مکہ چھوڑ جانے کو کہا۔ ویسے بھی مسلمان معاہدہ کے مطابق فقط تین روز مکہ میں قیام کر سکتے ہیں۔ اور چونکہ یہ مدت گزر چکی ہے لہٰذا شہر سے خارج ہو جائیں۔ نتیجتاً محمدؐ اس روز قریش کو دعوت نہ دے سکے۔ مجبوراً مسلمانوں کے ہمراہ فوری طور پر مکہ کو ترک کیا۔

لیکن جیسے ہی مسلمان مکہ سے نکلے اور مدینہ کی راہ لی۔ (خالد بن ولید) کہ اب پیغمبرِ اسلام کے خویشوں میں سے تھا اور جو مسلمانوں کے انضباط اور خالص ایمان کی وجہ سے بہت متاثر تھا۔ مکہ سے نکلا اور مسلمانوں کے پاس پہنچ کر مسلمان ہو گیا۔ (خالد بن ولید) بعد میں اسلام کے بہت بڑے سرداروں میں سے ہوئے۔ محمدؐ کی طرف سے انہیں (سیف اللہ) کا لقب ملا۔

(علیؓ بن ابی طالب) جنہیں سب سے پہلے (اسداللہ) کا لقب عطا ہوا۔ علیؓ کے بعد فقط (خالد بن ولید) ہی ایک ایسے سردار گزرے جنہیں رسولؐ اللہ نے (سیف اللہ) کا لقب دیا۔ ان ہر دو اشخاص کے بعد کوئی بھی سردار پیغمبرِ اسلام کے نزدیک اس مرتبہ کو نہ پہنچا۔

جس وقت (خالد بن ولید) اسلام قبول کرنے کی نیت سے مسلمانوں کے قافلہ کے پیچھے جا رہا تھا تو راستے میں اسے (عمرو بن العاص) ملا جو حبشہ سے آ رہا تھا۔ اور مسلمانوں سے ملحق ہونا چاہتا تھا۔ وہ بھی (خالد بن ولید) کے ہمراہ ہو لیا اور مسلمان ہو گیا۔

معاہدہ (حدیبیہ) کی رو سے مسلمان مکلف تھے کہ جو شخص قریش کی رضامندی کے بغیر مسلمانوں سے ملحق ہو گا۔ مسلمان اسے واپس کر دیں گے۔ لیکن (خالد بن ولید) کے بارے میں قریش کو جرأت نہ ہوئی کہ ان کے بارے میں ایسا مطالبہ کریں۔ ضمناً انہیں یہ علم تھا۔ کہ مسلمان اب بہت قوی ہو چکے ہیں۔

مسلمانوں کے مدینہ واپس پہنچنے پر ایک واقعہ پیش آیا۔ جس نے تمام مسلمانوں کی توجہ جلب کی۔ وہ یہ کہ (ابوسفیان) مکی لشکر کا سردار محمدؐ سے ملاقات کے لیئے بذات خود مدینہ آیا۔

Marfat.com

(ابوسفیان) بغیر کسی لشکر کے مدینہ آیا تھا۔

لیکن مدینہ میں داخل ہونے پر کچھ خوف محسوس نہ کیا۔ اس لیئے کہ اب مسلمانوں اور مکہ والوں کے درمیان صلح کا معاہدہ موجود تھا۔ (ابوسفیان) جانتا تھا جب تک معاہدہ موجود ہے مسلمان اس سے کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ خصوصاً جب کہ وہ بغیر لشکر کے آیا ہے۔ علاوہ ازیں اسے معلوم تھا کہ محمدؐ امین اور راست بازی میں معروف ہیں۔

دوسرے یہ کہ جب ابوسفیان بغیر لشکر کے آیا تھا تو یہ ایک نوع کی پناہ طلبی تھی۔ اور عرب پناہ گزین کے جان و مال کا احترام کیا کرتے تھے اور اپنی طاقت و ہمت کے مطابق اس کی پذیرائی کیا کرتے تھے۔

(ابوسفیان) کے اس طرح مدینہ آنے کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں:۔

(صلح حدیبیہ) کے مطابق سکنۂ مکہ اور مسلمان مجاز تھے کہ جس کسی سے چاہیں متحد ہوں یا جنگ کریں۔ ان دونوں حالتوں میں فریق ثانی غیر جانبدار رہے گا۔

قبیلہ (خزاعی) پر جو مسلمانوں کا اتحادی تھا قبیلہ بنو بکر نے حملہ کر دیا اور یہ مشہور ہوا کہ قریش نے قبیلہ (بنو بکر) کی اسلحہ اور افراد سے مدد کی ہے اور یہ باور کرنے کے لیئے وجوہات بھی موجود تھیں کہ اس حملہ میں مکہ والوں کا ہاتھ ہے۔

قبیلہ (بنو بکر) نے قبیلہ (خزاعی) پر جو حملہ کیا۔ اس میں مکہ والوں کا ملوث ہونا (صلح حدیبیہ) کی خلاف ورزی تھی لیکن اشراف مکہ نے اسے اس وقت تک کوئی اہمیت نہ دی جبتک کہ (خیبر) مسلمانوں کے ہاتھوں فتح نہ ہو گیا۔

جب (خیبر) کا سقوط ہوا اور شمالی عربستان کے وسیع علاقوں پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا تو اشراف مکہ کو معاہدہ کی خلاف ورزی کا احساس ہوا اور وہ خوفزدہ ہوئے۔

اسی خوف کا نتیجہ تھا کہ (ابوسفیان) مدینہ آیا کہ اس اختلاف کو کسی طرح دور کرے۔ مدینہ میں داخل ہونے کے بعد وہ مستقیماً (ام حبیبہؓ) کے گھر گیا جو محمدؐ کی بیوی اور خود اس کی اپنی بیٹی تھی۔ جس وقت (ابوسفیان) ان کے کمرہ میں داخل ہوا (ام حبیبہؓ) نے چٹائی جو کمرہ میں بچھی ہوئی تھی لپیٹ دی۔

(ابوسفیان) نے اپنی بیٹی کی اس حرکت پر تعجب اور حیرت کا اظہار کیا اور پوچھا تم نے چٹائی کو کیوں لپیٹ دیا ہے؟

(ام حبیبہؓ) نے باپ سے کہا اس چٹائی پر محمدؐ بیٹھتے اور سوتے ہیں۔ میں کیسے اس چٹائی پر ایک مشرک کو بیٹھنے دوں۔

(ابوسفیان) نے کھڑے کھڑے ہی اپنی بیٹی سے درخواست کی کہ محمدؐ کے نزدیک وہ واسطہ بنے تاکہ یہ اختلاف جو دو قبیلوں (خزاعی اور بنو بکر) کی وجہ سے پیدا ہوا ہے ختم ہو جائے۔

(ام حبیبہؓ) نے کہا۔ میں اس میں کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ اس کی ایک ہی راہِ حل ہے کہ تم مسجد میں محمدؐ کے پاس چلے جاؤ اور رسول اللہ سے مذاکرات کرو۔

(ابوسفیان) مسجد میں گیا۔ محمدؐ نے اس سے کہا بیٹھو۔ جب ابوسفیان بیٹھ گیا تو اس سے پوچھا۔ کسی کام سے آئے ہو؟

(ابوسفیان) نے کہا۔ اے محمدؐ۔ میں آیا ہوں کہ دونوں قبیلوں (بنو بکر اور خزاعی) کی بابت تم سے بات کروں۔

محمدؐ نے فرمایا۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟

Marfat.com

(ابوسفیان) نے کہا میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دونوں قبیلوں (بنو بکر اور خزاعی) کی لڑائی میں مکہ والوں نے (بنو بکر) کی کوئی مدد نہیں کی۔ ہاں اگر تم خیال کرتے ہو کہ مکہ والوں نے قبیلہ (بنو بکر) کی مدد کی ہے اور اُس مدد کی وجہ سے قبیلہ (خزاعی) کو نقصان پہنچا ہے تو [illegible] ادا کرنے کو تیار ہیں۔

محمدؐ نے جواب میں فرمایا۔ اگر تم نے قبیلہ (بنو بکر) کی مدد نہیں کی ہے تو تمہیں متفکر نہیں ہونا چاہیئے۔ اور ہم تم سے کوئی تاوان نہیں لیں گے۔

(ابوسفیان) اس سے زیادہ محمدؐ سے کچھ نہ کہلوا سکا۔ لہٰذا مضطرب ہی مدینہ سے واپس ہوا اور مکہ کی راہ لی۔

Marfat.com

رُوم سے جنگ

(خیبر) پر تصرّف کے بعد مسلمان نیرو مند ہو گئے تھے۔ محمدؐ نے خود کو اس قدر قوی پایا کہ اطراف کے سلاطین کو خطوط بھجوائے جن میں اُن کو دینِ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔

پیغمبرِ اسلام نے ایک خط شہنشاہِ رومۃ الصغرا کے نام اور دوسرا ایران کے بادشاہ کے نام بھجوایا۔

تیسرا خط حبشہ کے بادشاہ (نجاشی) کے نام اور چوتھا بادشاہِ مصر کے نام بھجوایا۔

سلاطین میں سے ایک (حارث بن ابی شمیر) نامی عربستان کا بادشاہ تھا۔ اس کو شہنشاہ رُومۃ الصغرا کی حمایت حاصل تھی۔

محمدؐ نے (حارث بن ابی شمیر) کے نام جو خط لکھوایا۔ وُہ خط ایک مسلمان (حارث بن عمیر) کے سپُرد کیا اور فرمایا۔ یہ خط (حارث بن ابی شمیر) کو دینا اور اس کا جواب لیکر آنا۔

جیسے ہی پیغمبرِ اسلام کا نمائندہ (حارث بن ابی شمیر) کی مملکت کی حدود میں داخل ہُوا تو اس مملکت کے ایک سرحدی حاکم (شرجیل بن عمرو) نے اُسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اس واقعہ سے مسلمانوں نے بہت زیادہ اثر لیا۔ سینے کہ ایلچی کو تمام قبائل اور قومیں امان دیتی تھیں اور ایک ایلچی کو کوئی بھی قتل نہیں کرتا تھا۔

پس محمدؐ نے (حارث بن ابی شمیر) کو پیغام بھجوایا کہ تمہارے ایک حاکم (شرجیل بن عمرو) نے ہمارے ایک بے گناہ آدمی کو قتل کیا ہے۔ حالانکہ وُہ ایک قاصد تھا اور ہمارا ایک خط تمہارے لیئے لے جا رہا تھا۔ وُہ آدمی تمہاری مملکت کی حدود میں داخل ہُوا۔ ظاہر ہے کہ اُس کا یہ سفر خصومت پر مبنی نہیں تھا۔ اگر وُہ تمہاری کشور میں ایک دشمن کی حیثیت سے داخل ہوتا تو یقیناً ایک لشکر اُس کے ساتھ ہوتا۔ ایک ایلچی کا قتل کسی طائفہ، ملّت اور مذہب میں روا نہیں۔ تیرے اِس حاکم (حارث بن عمیر) نے قتلِ عمد کیا ہے لہٰذا ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اُس نے یہ جُرم اپنے طور پر کیا ہے یا تمہارے حکم سے ایسا ہُوا ہے۔ اگر تمہارے حکم کے بغیر ہی ایک بے گناہ ایلچی کو قتل کیا گیا ہے۔ تو تم اُس مجرم کو ہمارے حوالے کر دو۔ تاکہ اُسے اُس کے جرم کی سزا دی جا سکے اور اگر ایلچی تمہارے حکم سے قتل ہُوا ہے تو اس قتل کے تم ذمہ دار ہو۔ اور تمہیں اِس قتل کی سزا دی جائیگی۔

(حارث بن ابی شمر) نے محمدؐ کو جواب دیا۔ مَیں اپنی مملکت میں بادشاہ ہوں۔ صاحبِ اختیار ہوں جس کسی کو چاہوں قتل کر سکتا ہُوں اور تمہیں مجھ سے باز پُرس کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ تمہارا ایلچی میرے ہی حکم سے قتل کیا گیا ہے۔

جب پیغمبرِ اسلام کو (حارث بن ابی شمیر) کا تیز و تند جواب موصول ہُوا تو آپؐ نے اُس پر لشکر کشی کا ارادہ کیا اور تین ہزار مسلمانوں کا لشکر اس مقصد کے لیئے تیار کیا گیا۔ (حارث بن ابی شمیر) چونکہ رومۃ الصغریٰ کے تحتِ حمایت تھا لہٰذا اُس سے کمک کا خواستگار ہُوا۔

اتفاقاً شہنشاہِ رومۃ الصغریٰ اُن دنوں شاہِ ایران سے جنگ کی تیاری کر رہا تھا۔ اور ایک لاکھ کا لشکر اس مقصد کے لیئے تیار کر چکا تھا۔

(حارث بن ابی شمیر) کی درخواست پر اُس نے وہی ایک لاکھ کا لشکر اُس کی مدد کے لیئے بھجوا دیا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ خود (حارث بن ابی شمیر) کے پاس کتنی سپاہ تھی۔

بعض مؤرخوں نے اُس کی تعداد دس ہزار اور بعض نے ایک لکھ لکھی ہے۔ مؤخرالذکر حقائق سے دُور معلوم ہوتی ہے اسلیئے کہ (حارث بن ابی شمیر) ایک چھوٹی سی مملکت کا بادشاہ تھا۔ وُہ ایک لاکھ کے لشکر کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا (خود رسولؐ اللہ نے جو تین ہزار کا لشکر بھجوایا اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ (حارث بن ابی شمیر) کے پاس بہت بڑا لشکر نہیں تھا یہ رومی لشکر کی مدد تھی جس کی وجہ سے عددی تناسب قائم نہ رہ سکا۔ مترجم)

بہرحال اگر (حارث بن ابی شمیر) کے پاس کوئی لشکر بھی نہ ہوتا تب بھی اُس کے پاس ایک لاکھ کا رُومی لشکر آ چکا تھا۔ جس کے مقابل مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔ اس چھوٹے سے تین ہزار کے لشکر کا۔ ایک لاکھ کے رُومی لشکر سے (موتہ) کے مقام پر آمنا سامنا ہُوا۔ (موتہ)۔ (حارث بن ابی شمیر) کی مملکت (غسّان) میں واقع تھا۔

اسلامی تاریخوں میں مدینہ سے کوچ کے وقت اس اسلامی لشکر کی سپہ سالاری کے فرائض انجام دینے والوں کے دو نام پائے جاتے ہیں۔ ایک (زید بن حارث) رسولؐ اللہ کے متبنّیٰ اور آزاد کردہ غلام دُوسرے (جعفر بن ابی طالب)۔

ایک اور روایت میں میدانِ جنگ کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اسلامی مؤرخین نے لکھا ہے کہ (موتہ) کے مقام پر مسلمانوں نے یہ دُوسری جنگ لڑی تھی۔ اس سے پہلے ایک اور جنگ میں مسلمان شکست کھا چکے تھے۔

ایک لاکھ کا لشکر جو شاہِ رُوم نے (حارث بن ابی شمیر) کی مدد کے لیئے بھیجا رُومی طرزِ جنگ کے ساز و سامان سے پُوری طرح لیس تھا۔

ہر چھ ہزار افراد سے ایک (ڈویژن) تشکیل پاتا تھا۔ ہر ڈویژن کو تین حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہُوا تھا اور ہر تیسواں حصّہ (جو کہ دو سو افراد ہوتا ہے) کو مزید دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہُوا تھا یعنی لشکر کا چھوٹے سے چھوٹا کالم یا کمپنی سو افراد پر مشتمل تھی۔ رُومی سپاہ خود۔ زرہ۔ بڑی بڑی ڈھالوں۔ لمبے نیزوں اور تلواروں سے لیس تھی۔ صف بندی کے فن سے آگاہ اور فنونِ جنگ میں ماہر تھی۔

جب یہ چھوٹا سا اسلامی لشکر ایک لاکھ کے لشکر کے سامنے آیا تو کچھ مسلمانوں نے کہا کہ باہم مشورہ کر لیں کہ آیا ہمیں اس حالت میں جنگ لڑنی چاہیئے یا نہیں بلاشبہ ہم سابقہ جنگوں میں ہمیشہ اپنے سے کئی گنا زیادہ دُشمن سے لڑے ہیں مگر یہاں تو دشمن کی تعداد ہم سے چالیس گنا زیادہ ہے اور دشمن کی سپاہ بھی برتر ساز و سامان سے لیس ہے جب کہ ہماری سپاہ میں سے کچھ کے پاس

Marfat.com

خود و زرہ بھی نہیں ہیں۔

(زید بن حارث) یا (جعفر بن ابی طالب) نے جس کسی کے ہاتھ میں بھی لشکر کی کمان تھی کہا۔ ہم تو خدا کی راہ میں لڑتے ہیں۔ اگر دشمن کو قتل کر کے غلبہ حاصل کریں تو بھی ہمارا مقام جنت ہے اور اگر قتل اور مغلوب ہوئے تو تب بھی ہم جنت کے امیدوار ہیں۔

دشمن کی کثرت تعداد سے وہ لوگ خوفزدہ ہوتے ہیں جو اپنے انجام سے مطمئن نہیں ہوتے اور ہم جو جانتے ہیں کہ بہشت میں جائیں گے دشمن کی کثیر تعداد سے کیوں مرعوب ہوں۔

مسلمانوں نے اپنی سابقہ تکنیک (صف بندی) پر عمل کیا یعنی جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی صفیں درست کیں۔ مگر اس جنگ میں یہ چال مفید ثابت نہ ہوئی اس لیئے کہ رومی اس طرزِ جنگ سے آگاہ اور بہتر ساز و سامان سے لیس تھے۔

(زید بن حارث) سپہ سالارِ لشکرِ اسلام جنگ کی پہلی ساعتوں ہی میں شہید ہو گئے۔ اُن کے بعد (جعفر بن ابی طالب) نے کمان سنبھالی اور لشکر کو عقب نشینی کا حکم دیا۔ لشکر پیچھے ہٹتا ہٹتا (موتہ) کی آبادی کے نزدیک پہنچ گیا۔

جیسا کہ کتابوں میں مذکور ہے۔ وہاں پہنچنے تک (جعفرؓ بن ابی طالب) کے دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے اور ٹانگوں سے اپنا دفاع کر رہے تھے اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔

(جعفرؓ بن ابی طالب) کی شہادت کے بعد لشکر کی کمان (عبداللہؓ بن رواحہ) نے سنبھالی۔ وہ انصار تھے۔ (عبداللہ بن رواحہ) نے مسلمانوں کی قلبی تقویت کے لیئے اونچی اور دلنشین آواز میں قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔ یہ آیات جہاد سے متعلق تھیں۔ اللہ کی راہ میں فداکاری شہادت کا درجہ اور شہادت کے بعد بہشت میں جانا۔

اسی حالت میں شمشیر زنی کرتے کبھی کبھی نعرے لگاتے۔ لشکر کی صف بندی کی حفاظت کرتے۔ اگر مسلمان جنگ (موتہ) میں اپنی صف بندی قائم نہ رکھتے تو سب کے سب شہید ہو گئے ہوتے۔ صرف اپنی صفیں قائم رکھنے ہی کے باعث اُس روز مسلمان عصر تک اتنے بڑے لشکر کے سامنے مقاومت دکھاتے رہے۔

عصر کے بعد (عبداللہؓ بن رواحہ) بھی شہید ہو گئے اور اُس وقت لشکر کی کمان (خالدؓ بن ولید) نے سنبھالی۔

مؤرخوں میں دورانِ جنگ کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے بعض نے لکھا ہے کہ جنگِ موتہ ایک ہی دن میں ختم ہو گئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ جنگ دوسرے دن بھی جاری رہی تھی۔

میرا خیال ہے جنگ پہلے دن ہی جب (خالدؓ بن ولید) نے لشکر کی کمان سنبھالی ختم ہو گئی تھی۔

اگر جنگ پہلے ہی دن ختم نہ ہو گئی ہوتی اور دوسرے دن بھی جاری رہی ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ ایک مسلمان فرد بھی زندہ بچ نکلتا۔

اُس دن دو چیزیں مسلمانوں کی کامیاب عقب نشینی کا باعث ہوئیں۔ ایک (خالدؓ بن ولید) کی جنگی قابلیت اور دوسرے تاریکی۔ (خالدؓ بن ولید) تمام لشکر کی کمان سنبھالنے سے پہلے پانچ سوا فراد کے کماندار تھے۔ اور جنگ کے آغاز سے اختتام تک نو تلواریں اُن کے ہاتھ میں ٹوٹ چکی تھیں۔

پورے لشکر کی کمان سنبھالنے کے بعد آپ نے صف بندی میں تبدیلی کی اور حملہ کا حکم صادر فرمایا۔

Marfat.com

مُسلمانوں کی چھ صفوں میں سے اُس وقت تک تین ختم ہو چکی تھیں یعنی تین ہزار میں سے ڈیڑھ ہزار مسلمان شہید ہو چکے تھے۔

(خالدؓ بن ولید) نے حملہ کر کے اس قدر پیش قدمی کی کہ رُومی لشکر کے سپہ سالار (حارث بن ابی شمیر) تک جا پہنچے۔ اور اُسے اپنے ہاتھوں قتل کیا۔

(خالدؓ بن ولید) کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ (حارث بن ابی شمیر) کے رُومی لشکر کی پیش قدمی رُک گئی اور وُہ سمجھے کہ مسلمانوں کو تازہ کمک آگئی ہے جو انہوں نے اس شدت سے از سرِ نو حملہ کیا ہے۔ اُس کے بعد اندھیرا چھانے لگا۔ (خالدؓ) نے عقب نشینی کا حکم دیا اور لشکرِ اسلام نے رات کے اندھیرے میں عقب نشینی اختیار کی۔

جنگِ موتہ میں دُو ہزار مسلمان شہید ہوئے جن میں محمدؐ کے بچپن کے ساتھی اور برادرِ رضاعی (جعفرؓ بن ابی طالب) بھی شہید ہوئے۔

(زیدؓ بن حارث) جو پیغمبرِ اسلام کے آزاد کردہ غلام تھے اور محمدؐ نے انہیں اپنا مُنہ بولا بیٹا بنایا تھا اس جنگ میں شہید ہوئے۔

(زیدؓ بن حارث) اُن چار مسلمانوں میں سے ایک تھے جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ روایت ہے کہ سفرِ معراج میں محمدؐ نے ایک بہت ہی خوب صورت عورت آسمانوں میں دیکھی اُس کے ہونٹ ارغوانی مثل گلاب تھے تو آپؐ نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟

اُنہیں بتلایا گیا کہ یہ (زیدؓ بن حارث) کی منگیتر ہے اور (جنگِ موتہ) کے بعد وہ اپنی منگیتر سے آملے گا۔

(موتہ) میں عقب نشینی کے باوجود سراسر حجاز میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ (خالدؓ بن ولید) بڑی قابلیت اور شجاعت سے ایک ہزار افراد کو بچا کر مدینہ واپس پہنچ گئے تھے۔ (اسی شجاعت کی بنا پر جو خالدؓ نے جنگِ موتہ میں دکھائی سیف اللہ کا لقب پایا)۔

(حجاز) جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ جزیرۃ العرب کی اُس ساحلی پٹی کا نام ہے جو بحیرہ احمر کے ساتھ ساتھ ایک ہزار کلومیٹر تک شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی ہے۔

گزشتہ ادوار میں جو شخص (حجاز) کو تاراج کر لیتا تھا وہ تمام جزیرۃ العرب کا فرمانروا ہوتا تھا مسلمانوں نے یہ کامیابی حاصل کر لی تھی اور ماسوائے مکّہ کے تمام حجاز کے قبائل اسلام قبول کر چکے تھے۔

محمدؐ نے مکّہ کو تسخیر کرنے کا ارادہ کیا (قریش) قبیلہ (بنی خزاعی) کے خلاف (قبیلہ بنو بکر) کی مدد کر کے معاہدہ حدیبیہ کو توڑ چکے تھے۔ لہٰذا اب مکّہ پر حملہ کرنے اور اُسے تسخیر کرنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔

قریش کی طرف سے معاہدہ (حدیبیہ) کی خلاف ورزی ثابت ہو چکی تھی۔ (ابوسفیان) مدینہ آ کر قبیلہ (خزاعی) کے نقصانات کو جبران کرنے کی پیشکش کر چکا تھا۔ (ابوسفیان) کی یہ پیش کش ثابت کرتی تھی کہ قریش نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔

دونوں قبائل کے درمیان جنگ کے واقعات کی شرح بالاختصار حسبِ ذیل ہے:۔

(قبیلہ خزاعی) مسلمان نہ تھا بلکہ اُس قبیلہ کے چند افراد اسلام لائے ہوئے تھے۔ یہ قبیلہ (وتیر) میں رہتا تھا۔ جو علاقہ مکّہ کے نزدیک اور مدینہ سے دُور تھا۔ یہ قبیلہ مسلمانوں کا اتحادی تھا۔

(قبیلہ خزاعی) اور قبیلہ (بنو بکر) کے درمیان زمانہ جاہلیّت سے ہی کینہ چلا آ رہا تھا۔ (نوفل بن معاویہ) قبیلہ (بنو بکر) کے رئیس نے اپنے قبیلہ کو تحریک کیا اور وہ سب (قبیلہ خزاعی) پر حملہ کے لیئے تیار ہو گئے۔

قبیلہ خزاعی مسلمانوں سے مدد مانگ سکتا تھا لیکن (وتیر) سے مدینہ بہت مسافت تھی۔ قبل اس کے کہ مسلمان مدد کو

Marfat.com

پہنچتے تمام قبیلہ قتل ہو چکا ہوتا۔ لہٰذا وہ جان کے خوف سے مکہ گئے اور خانہ کعبہ میں پناہ لی۔ اس امید پر کہ خانہ کعبہ حرم ہے اور حرم میں کوئی قتل و غارت نہیں کر سکتا پس ہم قبیلہ (بنو بکر) سے محفوظ رہیں گے۔

جماعت قریش نے نہ فقط قبیلہ بنو بکر کو اس غارتگری کے لیئے اسلحہ دیا بلکہ افرادی قوت بھی مہیا کی۔ حتیٰ کہ قریش کے چند بزرگ مثلاً (سہیل بن عمرو) (صفوان بن اُمیہ) اور (عکرمہ بن ابوجہل) علی الاعلان تلواریں سونت کر (بنو بکر) کی مدد کو نکل پڑے۔

قبیلہ (خزاعی) کے افراد حرم میں پناہ لینے کے بعد خود کو محفوظ سمجھ رہے تھے لیکن (نوفل بن معاویہ) نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بھڑکایا اور کہا کہ حرم میں داخل ہو جاؤ۔ اور اعلان کیا کہ حرم میں (بنی خزاعی) کا خون مباح ہے۔ لہٰذا تمام افراد کو قتل کر دیا جاوے۔

قبیلہ (خزاعی) کے چند افراد نے (نوفل بن معاویہ) کو پکار کر کہا کہ یہ خانہ کعبہ ہے۔ تم خداوند کعبہ سے شرم کرو اور خانہ کعبہ میں (قتل) کے ارادہ سے مت داخل ہو۔ لیکن (نوفل) نے کہا۔ آج (نوفل) خانہ کعبہ کے خدا کو نہیں پہچانتا۔

قبیلہ (بنو بکر) کے افراد (بنو خزاعی) کے قتل کے لیئے خانہ کعبہ میں ہجوم کر آئے۔ قبیلہ (بنی خزاعی) کے لوگ اس خوف سے کہ خانہ کعبہ میں خون گریگا۔ خانہ کعبہ سے فرار کر گئے۔

البتہ فرار کے دوران اُن کے چند افراد قتل ہوئے اور اُن کے اموال پر (بنو بکر) نے قبضہ کر لیا۔ (بدیل بن ورقہ) قبیلہ (خزاعی) کے اِس واقعہ کے بعد مدینہ گیا اور تمام واقعہ جس طرح پیش آیا تھا پیغمبرِ اسلام کی خدمت میں عرض کیا۔

محمدؐ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے۔ اس لیئے کہ ایک تو (بنو بکر) نے قریش کی مدد سے یہ حملہ کیا تھا۔ دوسرے بنو بکر نے احترامِ کعبہ کو پامال کیا تھا اور مقدس حرم میں قبیلہ (خزاعی) کے افراد پر حملہ آور ہوئے تھے۔

(ابوسفیان) جب اس موضوع پر مذاکرات کرنے مدینہ جا رہا تھا (بدیل بن ورقہ) مدینہ سے واپس آ رہا تھا۔ دونوں کی ملاقات (عسفان) کے مقام پر ہوئی۔ (ابوسفیان) نے (بدیل بن ورقہ) سے پوچھا تو مدینہ کیسے آیا تھا؟

(بدیل بن ورقہ) نے کہا۔ میں ساحلی علاقہ میں گیا ہوا تھا اور اب اپنے قبیلہ میں واپس جا رہا ہوں۔

(ابوسفیان) نے اپنے دو آدمیوں کو مامور کیا کہ جب (بدیل بن ورقہ) یہاں سے حرکت کرے تو تم چوری چھپے اُسکے اونٹوں کا تعاقب کرنا اور جب اُس کے اُونٹ لید کریں تو دیکھنا اُس لید میں مدینہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں موجود ہیں کہ نہیں؟ اسلیئے کہ اگر (بدیل بن ورقہ) مدینہ گیا ہوگا تو اُس کے اُونٹوں نے مدینہ کی کھجوریں کھاتی ہوں گی۔

(ابوسفیان) کے آدمیوں نے (بدیل) کا تعاقب کیا۔ لید میں سے مدینہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں مل گئیں۔ (ابوسفیان) کو یقین ہو گیا کہ قبیلہ خزاعی کے رئیس نے محمدؐ سے مدینہ میں ملاقات کی ہے اور یقیناً تمام واقعہ بتا دیا ہوگا۔

یہی وجہ تھی کہ محمدؐ سے ملاقات کے دوران (ابوسفیان) نے قبیلہ (خزاعی) کے تمام نقصانات کا ازالہ کرنے کی پیشکش کی۔

Marfat.com

فتح مکّہ

(محمدؐ جب مکّہ میں فاتحانہ داخل ہوئے)

ہم یہ تو ذکر کر چکے ہیں کہ محمدؐ نے مدینہ میں (ابوسفیان) کو کیا جواب دیا تھا۔ (ابوسفیان) جب مدینہ سے مکّہ واپس پہنچا تو اس نے مکّہ والوں کو بتا دیا۔ بعید نہیں کہ محمدؐ مکّہ پر حملہ آور ہو۔ وہ آج اس قدر قوی ہو چکا ہے کہ ہم اُس کا راستہ نہیں روک سکیں گے (ابوسفیان) کا گمان بالکل صحیح تھا۔ محمدؐ نے جلد ہی مکّہ پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اور مسلمانوں کو ایک جنگی سفر کے لیئے تیاری کا حکم دیا لیکن یہ وضاحت نہ کی کہ یہ سفر کس سمت اور کہاں کے لیئے ہوگا۔ حتّٰی کہ آپؐ کے صہیبی اور انتہائی قریبی رفیقوں (ابوبکرؓ) اور (عمرؓ بن الخطاب) کو بھی علم نہیں تھا کہ آپؐ کا ارادہ کہاں کا ہے۔

لشکر کی تیاری کے احکامات سے قبل آپؐ نے مدینہ شہر کا رابطہ خارج سے قطع کرنے کا حکم دیا۔ کوئی شخص باہر سے مدینہ میں داخل ہونے کا مجاز نہیں تھا خصوصاً شہر سے باہر کوئی نہیں جا سکتا تھا۔

محمدؐ جانتے تھے کہ اگر افراد کی آمد و رفت جاری رہی تو لشکر کی تیاری کی خبر پھیل کر (قریش) تک پہنچ جائے گی یا خود کوئی مکّہ جا کر قریش کو خبردار کر سکتا ہے کہ مسلمان مدینہ میں جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ حالانکہ جنگ کی تیاری کے مقاصد سے کوئی آگاہ نہیں تھا۔ لیکن جماعتِ قریش کو ہدف جاننے کے لیئے مقاصد کی وضاحت کی ضرورت نہیں تھی۔

مدینہ کا رابطہ کلّی طور پر خارج سے منقطع ہو گیا۔ نہ کوئی مسافر شہر میں داخل ہو سکتا تھا اور نہ ہی کوئی شہر سے باہر جا سکتا تھا۔ کاروان جو مدینہ آتے شہر سے باہر ہی توقف کرتے۔ وہیں پر اپنی اشیاء فروخت کرتے۔ بعد آں وُہ اشیاء اندرونِ شہر حمل کر لی جاتیں۔

(مدینہ) میں ایک شخص (حاطب بن ابی بلتعہ) تھا۔ آدمی عقلمند تھا۔ سمجھ گیا کہ محمدؐ کا ہدف یقیناً مکّہ ہے۔ چونکہ اُس کے خانوادہ کے لوگ مکّہ میں تھے اسلیئے اُس نے ایک خط اپنے خاندان والوں کے نام لکھا اور ایک عورت بنام (سارہ) کے سپرد کیا کہ مکّہ پہنچنے پر وُہ اُسکے خاندان والوں کو دے دے۔

Marfat.com

(سارہ) مدینہ کے ایک تاجر کی کنیز تھی. اُس تاجر کا نام (صیفی بن عمرو) تھا. ایک تاجر کی حیثیت سے اُسے شہر سے باہر آنے جانے کی اجازت تھی تاکہ اشیاء جو خارج سے آتی ہیں داخلِ شہر حمل کرے. اِسی لیئے (سارہ) کے شہر سے باہر آنے پر کسی نے پُرسش نہ کی. وُہ مدینہ سے نکلی اور مکہ کی راہ لی.

(علیؓ بن ابی طالب) محمدؐ کے حکم کے مُطابق مدینہ کے اطراف تمام راستوں کو کنٹرول کرنے پر مامور تھے. اُن کو خبر ہو گئی کہ (سارہ) مکہ کے لیئے روانہ ہو چکی ہے. اُسی وقت اُس کے تعاقب پر آدمی مامور کیئے کہ اُسے واپس مدینہ لائیں. اُن آدمیوں کو متنبہ کیا کہ وُہ عورت کوئی چیز ضائع نہ کرنے پائے.

علیؓ کے آدمی اُس عورت کو اور خط جو اُس کی تحویل میں تھا لیکر علیؓ کے پاس واپس آگئے. علیؓ نے خط پڑھا تو سمجھ گئے کہ یہ خط (حاطب بن ابی بلتعہ) نے اپنے خاندان والوں کے نام جو کہ مکہ میں ہیں بھجوایا ہے.

بعد آں سارہ سے پُوچھ گچھ کی تاکہ معلوم ہو وُہ اِس خط کے متن سے آگاہ ہے یا نہیں؟

لیکن (سارہ) خط کے متن سے آگاہ نہ تھی. پس علیؓ نے اس واقعہ کی اطلاع محمدؐ کی خدمت میں بھجوادی.

پیغمبرِ اسلام نے (حاطب) کو طلب کیا. اُس کا خط اُسے دکھایا اور پُوچھا. آیا تم نے یہ خط (صیفی بن عمرو) کی کنیز کے ہاتھ مکہ بھجوایا تھا (حاطب) نے اعتراف کیا کہ خط اُسی کا ہے.

محمدؐ نے مزید پُوچھا. آیا (صیفی) کو اس کی اطلاع ہے کہ تُو نے یہ خط اُس کی کنیز کے ہاتھ مکہ بھجوایا تھا.

(حاطب) نے عرض کی. نہیں یا رسولؐ اللہ (صیفی بن عمرو) کو اس کی اطلاع نہیں.

محمدؐ چُونکہ جانتے تھے کہ (حاطب) کا مقصد کوئی سازش نہیں تھا. بلکہ اپنے خانوادہ کو مطلع کرنا تھا کہ وُہ مکہ کو ترک کر دیں تاکہ جنگ کے خطرات سے محفوظ رہیں لہٰذا اُسے معاف کر دیا.

مدینہ میں ہدف کے متعلق دو خبریں مشہور تھیں.

اوّل یہ کہ محمدؐ (موتہ) کی شکست کے جبران کے لیئے رُوم پر حملہ کریں گے.

دوئم یہ کہ محمدؐ کا ہدف قبیلہ (بنو سلیم) ہے. وہ قبیلہ مسلمانوں کے لیئے بہت مشکلات پیدا کر رہا تھا. بہر حال کسی ایک کے ذہن میں بھی یہ نہیں تھا کہ آپؐ کا ہدف مکہ ہے.

مسلمان جب مدینہ میں جنگ کی تیاری کر رہے تھے. محمدؐ نے اپنے تمام اتحادی قبائل کو پیغام بھجوایا کہ جنگ کے لیئے آمادہ ہو جائیں. جس وقت مسلمانوں کا لشکر مدینہ سے نکلا تو اتحادی قبائل جن کو مطلع کیا گیا تھا راستہ میں اُس سے ملحق ہوتے گئے.

مُسلمان مُورخوں نے محمدؐ کے وُرودِ مکہ کی تاریخ ۱۰ رمضان ۸ ہجری مرقوم کی ہے لیکن مدینہ سے روانگی کی تاریخ کا تعیّن نہیں کیا. لیکن یہ محقق ہے کہ اسلامی لشکر کے مدینہ سے روانہ ہونے کے بعد ماہِ رمضان شروع ہوا تھا. عین ممکن ہے لشکر ماہِ رمضان کی یکم کو ہی مدینہ سے چلا ہو.

ماہِ رمضان کے دوران تمام مسلمان روزہ سے ہوتے تھے اور فجر تا شام کوئی چیز نہ کھاتے اور نہ پیتے تھے. تا اینکہ یہ لشکر (قدید) کے مقام پر پہنچا. اس مقام پر پیغمبرِ اسلام نے مسلمانوں سے فرمایا. اگلے دن روزہ نہ رکھیں. نیز اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مُسافر

Marfat.com

میں روزہ قضا کر لیا کرو۔

اُس دن کے بعد مسلمانوں نے روزہ نہیں رکھا۔ تا وقتیکہ وُہ (مرالظہران) پہنچ گئے۔ یہ مقام مکّہ سے ایک منزل پر ہے۔ رات کو محمدؐ نے فرمایا۔ تمام مسلمان سپاہ آگ جلائے تاکہ مکّہ والوں کو معلوم ہو کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا لشکر آپہنچا ہے۔ (عباسؓ) جو کہ پیغمبرِ اسلام کا چچا اور سُود خوار تاجر تھا نے سوچا اس لشکر کا مقابلہ اہلِ مکّہ کے بس کی بات نہیں لہٰذا مکّہ کو ترک کرنے کا ارادہ کیا اور اپنی تمام جائداد کو پیش بندی کے طور پر فروخت کر دیا۔

جائیداد کو فروخت کرنے کے بعد محمدؐ کے پاس مرالظہران پہنچا اور مسلمان ہوگیا۔

(ابوسفیان) نے بھی پیغمبرِ اسلام کے چچا عباسؓ کی طرح صورتِ حال کا جائزہ لیا اور خود میں سکت نہ پاتے ہوئے (مرالظہران) کی راہ لی۔ (عباسؓ) پیغمبرِ اسلام کے چچا کہتے ہیں اُس رات میں اسلامی لشکر گاہ کی حدود کے باہر سے گزر رہا تھا کہ مَیں نے دو افراد کو آپس میں باتیں کرتے سُنا۔

ایک کہہ رہا تھا یہ آگ جو تم دیکھ رہے ہو قبیلہ خزاعی نے جلائی ہے؟

دُوسرا کہہ رہا تھا قبیلہ (خزاعی) اِس قدر بڑا نہیں کہ اس قدر آگ جلا سکے۔

مَیں نے دُوسرے آدمی کی آواز پہچان لی وہ (ابُوسفیان) تھا۔

مَیں نے آواز دی۔ یا اباحنظلہ (اباحنظلہ ابُوسفیان کی کنیت تھی) کیا تم ہو؟

(ابُوسفیان) نے میری آواز پہچان لی اور کہا۔ یا (اباالفضل) یہ تم ہی ہو؟ (اباالفضل عباسؓ کی کنیت تھی) مَیں نے کہا مَیں ہی ہُوں اور اُس کی طرف بڑھا۔ (ابُوسفیان) نے مجھے پوچھا۔ یا اباالفضل کیا خبر ہے؟

مَیں نے کہا۔ محمدؐ دس ہزار سپاہ کے ساتھ آگیا ہے کہ مکّہ کو تصرف کرے۔ اسلیئے کہ قریش نے (صُلح حدیبیہ) کو پائمال کیا ہے۔ قبیلہ (خزاعی) مسلمانوں کا اتحادی تھا قریش اُس پر حملہ آور ہُوئے اور کچھ افراد کو قتل کیا۔ اُن کے اموال کو تاراج کیا۔

جب مسلمان مکّہ پر حملہ کر کے اُسے تسخیر کریں گے تو سب سے پہلے تمہیں قتل کریں گے اس لیئے کہ تم مکّہ کی فوج کے سپہ سالار تھے اور اب بھی ہو۔ اور تم ہی صلح (حدیبیہ) کی خلاف ورزی کے مسئول ہو۔

(ابُوسفیان) نے پُوچھا۔ پھر میں کیا کروں؟

مَیں نے اُسے کہا اگر زندہ رہنا چاہتے ہو اور اپنے اموال کو لُٹنے سے بچانا چاہتے ہو تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ محمدؐ کے پاس جا کر مسلمان ہو جاؤ۔

فقط یہی ایک راستہ ہے جس سے تم اور تمہاری جائیداد بچ سکتی ہے۔

مَیں نے مزید کہا اگر تم چاہو تو میں تمہیں محمدؐ کی خدمت میں لے جاؤں گا تو یہیں ٹھہرو مَیں جا کر اُنؐ کا ذاتی اُونٹ لے آؤں اور تمہیں اُس پر بٹھا کر لشکرِ اسلامی کے درمیان میں سے گزارے جاؤں (بعض مُورخین نے اُونٹ کی بجائے خچر لکھا ہے)۔

(ابُوسفیان) نے کہا۔ مجھے محمدؐ کے اُونٹ پر کس لیئے سوار کرنا چاہتے ہو؟

مَیں نے کہا اسلیئے کہ تمام مسلمان تمہیں پہچانتے ہیں اور تمہارے دشمن ہیں جب اور جہاں بھی تمہیں دیکھیں گے قتل کر دینگے

Marfat.com

لیکن جب تمہارے نیچے محمدؐ کی ذاتی سواری ہوگی تو تم سے پُرسش نہیں کریں گے اور کوئی بھی تمہیں قتل کرنے کا سوچ بھی نہیں سکے گا۔
اسی پروگرام پر عمل کرکے (ابوسفیان) پیغمبرؐ کی اُونٹنی پر سوار ہوکر لشکرگاہ سے گزرا اور محمدؐ کی خدمت میں پہنچا۔

(عباسؓ) پیغمبرؐ اسلام کے چچا کہتے ہیں۔ جیسے ہی ہم محمدؐ کے خیمے میں داخل ہُوئے فوری بعد (عمرؓ بن الخطاب) بھی وارد خیمہ ہُوا۔ اور پیغمبرؐ سے عرض کی۔ یارسولؐ اللہ اجازت دیں کہ میں (ابُوسفیان) کی گردن مار دُوں۔

مَیں نے (عمرؓ بن الخطاب) سے مخاطب ہوکر کہا یہ شخص (ابُوسفیان)۔ (عبدالمناف) کی اولاد سے ہے اسی لیئے تم اِسکی گردن مارنا چاہتے ہو۔ اگر یہی آدمی (بنی عدی) سے ہوتا تو کیا پھر بھی تمؓ ایسا کرتے۔

(عمرؓ) نے کہا۔ اگر میرے قبیلے کے آدمی بھی رسولؐ اللہ سے دشمنی رکھیں گے تو میں اُن کی گردن مارنے سے بھی دریغ نہ کروں گا۔ مَیں تو اس کا دوست ہوں جو رسولؐ اللہ کا دوست ہے اور اُس کا دشمن ہوں جو پیغمبرؐ اسلام سے خصومت رکھتا ہو۔

(عباسؓ) آگے کہتے ہیں۔ محمدؐ نے مجھے فرمایا۔ اسے رات اپنے خیمے میں رکھو اور صبح میرے پاس لاؤ۔

مَیں نے اطاعت کی۔ (ابُوسفیان) نے رات میرے خیمے میں گزاری۔ دُوسرے دن صبح میں (ابُوسفیان) کے ہمراہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ محمدؐ کی مرضی مکہ کیلئے حسن تدبیر

(محمدؐ نے (ابُوسفیان) سے فرمایا۔ کیا ابھی وُہ وقت نہیں آیا کہ تو خُدا پر ایمان لائے اور مجھے خدا کا بھیجا ہُوا پیغمبرؐ مانے۔

مَیں نے (ابُوسفیان) سے کہا۔ یا (اباحنظلہ) تو عہدشکن آدمی ہے اور شرائع کے مطابق تمہیں قتل کیا جانا چاہیئے۔ اگر تمؓ نے دینِ اسلام کو قبول نہ کیا تو قتل کردیئے جاؤ گے۔

(ابُوسفیان) نے دینِ اسلام کو قبول کرلیا۔ اُس وقت محمدؐ نے چند اور مسلمان افراد کی موجودگی میں مکہ کو تسخیر کرنے کے متعلق (ابُوسفیان) سے مشورہ کیا۔ اس لیئے کہ وُہ اہلِ مکہ میں رسوخ و احترام کا حامل تھا۔

وُہ احکامات محمدؐ کی طرف سے صادر ہوئے:۔

اوّل: لشکرِ اسلام مسلح ہوکر (ابُوسفیان) کے سامنے سے گزرے گا۔

دوئم: مکہ میں جو کوئی بھی ابُوسفیان کے گھر پناہ لے گا۔ امان میں ہوگا۔

پیغمبرؐ اسلام نے اُس روز خود (ابُوسفیان) کو مامور فرمایا کہ (لشکر کی سلامی کے بعد) وُہ مکہ جاکر حسب ذیل اعلان کروادے:

"اہلِ مکہ نے چونکہ معاہدہ (حُدیبیہ) کو توڑا ہے۔ وُہ شرائع و سُنن غیر قابل تردید کے مطابق مستوجب قتل ہیں اور اُن کا مال مسلمانوں پر حلال ہے لیکن ہر وُہ شخص جو خانہ کعبہ میں پناہ لے گا قتل نہیں کیا جائے گا اور کوئی اُس کی جائیداد پر تصرف نہیں کرے گا۔

اسی طرح ہر وُہ شخص جو ابُوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اُس کی جان و مال کو امان ہوگی۔

اور اسی طرح ہر وُہ شخص جو اپنے گھر سے باہر نہیں نکلے گا اسلام کی پناہ میں ہوگا اُس سے کوئی تعرض نہیں کرے گا۔"

(ابُوسفیان) سوار ہوکر مکہ چلا گیا۔

اُس کے مکہ چلے جانے کے بعد اسلامی لشکر نے آگے بڑھ کر مکہ کے اطراف بغیر خونریزی کے قبضہ کرلیا۔

(ابُوسفیان) مکہ پہنچنے کے بعد خانہ کعبہ کے سامنے کھڑا ہُوا اور اعلان کیا۔ لشکرِ اسلام مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔

Marfat.com

اور ہم میں اتنی سکت نہیں کہ اُس کی راہ روک سکیں۔ محمدؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص خانہ کعبہ یا میرے (ابُوسفیان) گھر میں پناہ لے گا۔ اُس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اور جو اشخاص ان دونوں جگہوں پر پناہ نہیں لے سکتے وہ اپنے اپنے گھروں میں بند رہیں باہر نہ نکلیں اور مطمئن رہیں کہ اُن کی جان و مال امان میں ہوگی۔

(ابُوسفیان) کی بیوی (ہند) اس اعلان پر اس قدر خشمگین ہوئی کہ اہل مکہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس چربی چڑھے ہوئے سؤر کو قتل کر دو۔ یہ ہم سے خیانت کا مُرتکب ہوا ہے۔ اس لیئے کہ مکہ کا سپہ سالار ہونے کے لحاظ سے اسے لوگوں کو جنگ و جدل پر آمادہ کرنا چاہیئے لیکن یہ کہتا ہے اپنے گھروں سے باہر مت آنا تاکہ تمہاری جان و مال محفوظ رہے۔ لیکن لوگ اس آڑے وقت میں (ابُوسفیان) کو قتل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیئے کہ مسلمانوں سے مقابلے کی سکت خود میں نہ پاتے تھے۔ (ہند) نے جب دیکھا کوئی بھی اُس کے شوہر کو قتل کرنے آگے نہیں بڑھا تو خود اُسے قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر لوگوں نے اُسے ایسا نہ کرنے دیا۔

ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ اسلامی لشکر کے منادی کرنے والے پہنچ گئے اور (ابُوسفیان) کے اعلان کی تکرار کی۔

لوگ جو گلی کوچوں میں تھے جلدی جلدی خانہ کعبہ یا (ابُوسفیان) کے گھر پناہ لینے دوڑے اور جو اپنے گھروں کو پہنچ سکے انہوں نے گھروں میں داخل ہو کر کواڑ بند کر دیئے۔ جلد ہی مکہ کے گلی کوچوں میں خلوت ہو گئی۔

اسلامی لشکر کا پہلا دستہ جو مکہ میں داخل ہوا۔ (علیؓ بن ابی طالب) کی کمان میں تھا۔ علیؓ پیغمبرِ اسلام کے پرچم کو اٹھائے ہوئے تھے۔ علیؓ مکہ میں داخل ہونے کے بعد اپنے دستہ کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف بڑھ گئے۔

مکہ کا سب سے بڑا دروازہ وُہی تھا جس سے علیؓ مکہ میں داخل ہوئے۔

دوسرا دستہ (زبیرؓ بن عوام) کی قیادت میں مغرب کی طرف سے مکہ میں وارد ہوا۔

(سعدؓ بن عبادہ انصاری) کی قیادت میں اسلامی لشکر کا تیسرا دستہ مشرق سے مکہ میں داخل ہوا۔

لشکرِ اسلام کا چوتھا دستہ (خالدؓ بن ولید) کی کمان میں تھا اور خالدؓ کو جنوب کی طرف سے مکہ میں داخل ہونا تھا۔

محمدؐ نے ان چاروں سرداروں سے فرمایا: جب تم مکہ میں داخل ہو گے تو اپنی تلواروں کو نیاموں سے باہر مت نکالنا۔ کسی سے جنگ نہ کرنا۔ اِلّا یہ کہ تم پر کوئی حملہ آور ہو۔ اور یہ مت بھولنا۔ لوگ جو خانہ کعبہ۔ (ابُوسفیان) کے گھر یا اپنے گھروں میں ہوں وُہ امان میں ہیں۔

لیکن (سعد بن عبادہ انصاری) جونہی مکہ میں داخل ہوا تو پکارا۔ "الیوم یوم الحملہ الیوم تستبی الحرمہ" یعنی "آج کا دن جنگ کا دن ہے اور آج کے دن کے لیئے حُرمت اُٹھ گئی ہے"۔ یہ خبر محمدؐ کو ملی۔ بدونِ تاخیر (سعد بن عبادہ انصاری) کو شہر میں مشرقی سمت سے داخل ہونے والے دستہ کی فرمان دہی سے معزُول کر دیا اور اس دستہ کو بھی علیؓ بن ابی طالب کی کمان میں دے دیا۔ تاکہ (سعد بن عبادہ انصاری) اپنے جنگی عزائم کو پُورا نہ کر سکے۔

کسی بھی دستہ کو مزاحمت کا سامنا نہ ہوا۔ البتہ (خالدؓ) کے دستہ پر جو جنوبی سمت سے مکہ میں داخل ہوا۔ جنوبی محلہ کے کچھ افراد جو قریش تھے اور اُن کے اتحادی قبیلہ (احابش) کے کچھ افراد نے مل کر حملہ کر دیا۔ (خالدؓ) سیف اللہ نے اُونچی آواز میں پکارا۔ اپنا خُون فضول مت بہاؤ۔ اس لیئے کہ تمہارا حملہ مکہ کے سقوط کو نہیں روک سکتا۔ رسولؐ اللہ نے آج مکہ کو تسخیر کرنے کا ارادہ

Marfat.com

کیا ہے اس لیئے آج مکہ حتمی مسخر ہوگا۔

لیکن خالدؓ کی پکار کا اُن افراد نے کوئی اثر نہ لیا اور حملہ کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں پندرہ افراد قتل ہو گئے۔ جن میں دو مسلمان اور تیرہ مشرکین میں سے تھے۔ وہ جو باقی بچے انہوں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں سے جدال ممکن نہیں لہٰذا بھاگ گئے۔

اسلامی لشکر کے چاروں کالم مکہ میں چاروں اطراف سے داخل ہو کر خانہ کعبہ کے سامنے باہم مل گئے۔

جب لشکر اسلام کے چاروں کالم خانہ کعبہ کے سامنے جمع ہو گئے تو محمدؐ جو سفید اونٹنی پر سوار تھے وہاں پہنچے اور کعبہ کا سات بار طواف کیا۔

طواف کے بعد آپؐ خانہ کعبہ کے دروازہ کی طرف گئے اور خانہ کعبہ کے کلید بردار (عثمان بن طلحہ) سے فرمایا۔ خانہ کعبہ کا دروازہ کھولو۔

(عثمان بن طلحہ) کی والدہ نے کہا۔ ہم تمہارے لیئے کعبہ کا دروازہ نہیں کھولیں گے۔ لیکن (عثمان بن طلحہ) نے والدہ کو سمجھایا اور کعبہ کا دروازہ کھول دیا۔ اُس دن پانچ تن مسلمان خانہ خدا میں داخل ہوئے۔

(۱)	محمدؐ بن عبد اللہ	پیغمبرِ اسلام
(۲)	علیؓ بن ابی طالب	پیغمبرِ اسلام کے داماد
(۳)	عثمانؓ بن زید	ایک معروف مسلمان
(۴)	بلالؓ	مؤذن
(۵)	عثمانؓ بن طلحہ	کلید بردار کعبہ

جس وقت محمدؐ ان چار افراد کے ہمراہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو جن لوگوں نے وہاں پناہ لی ہوئی تھی وہ بہت خوفزدہ ہوئے اور خیال کیا محمدؐ ان کو قتل کرنے اُن کے اموال پر قبضہ کرنے اور اُن کے بیوی بچوں کو قیدی بنانے آئے ہیں۔ واضح رہے کہ اہلِ مکہ اُس وقت تک کافر تھے اور مسلمانوں سے معاہدہ (حدیبیہ) کرنے کے بعد انہوں نے اُس معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ نتیجتاً کافرِ حربی قرار پائے یعنی وہ کافر جنہوں نے مسلمانوں سے جنگ کی۔

محمدؐ نے مکہ کو جنگ کر کے فتح کیا۔ اِس لیئے کہ تسخیر مکہ کے لیئے لشکر سے چڑھائی کی۔ اور پھر مکہ میں کچھ لوگوں نے (خالدؓ بن ولید) کے دستہ کی مزاحمت بھی کی تھی۔ اور مسلمانوں کے دو افراد شہید بھی ہو گئے تھے۔ لہٰذا قانون کے مطابق محمدؐ کو حق پہنچتا تھا کہ تمام اہلِ مکہ کو قتل کر دیں یا غلام بنالیں عورتوں کو کنیزیں بنالیں۔ لیکن پیغمبرِ اسلام نے سب کو معافی دے دی۔ خانہ کعبہ کی زیارت کے بعد پیغمبرِ اسلام خانہ کعبہ سے باہر آئے اور اہلِ مکہ کو جو خانہ کعبہ میں موجود تھے خطاب فرمایا۔

"تم جنگی قوانین سے کماحقہٗ مطلع ہو اور تمہیں یہ بھی علم ہے۔ تم نے معاہدہ (صلح حدیبیہ) کی خلاف ورزی کی ہے۔ اب جب کہ تم مغلوب ہو چکے ہو۔ مسلمانوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ تمہیں قتل کر دیں یا غلام بنالیں اور تمہاری عورتوں کو بھی کنیزیں بنالیں۔ لیکن میں جس طرح یوسفؑ نے اقتدار میں آنے کے بعد اپنے بھائیوں سے کہا تھا آج میں بھی تمہیں کہتا ہوں کہ خداوند تمہیں معاف فرما دیں۔ تم آزاد ہو اور کوئی تمہاری جان

Marfat.com

سے تعرض نہیں کرے گا نہ کوئی تمہاری عورتوں کو کنیزیں بنائے گا۔"

اسی بنا پر اہل مکہ کو عربی میں (طلقا) کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں یعنی آزاد کئے گئے غلام۔ قانون کے مطابق اہل مکہ مسلمانوں کے بردے تھے اور محمدؐ نے انہیں غلامی سے آزاد کیا۔ لہٰذا وہ (طلقا) شمار ہوئے۔

اعلان کے بعد محمدؐ نے اہل مکہ کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

" انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ..... الیٰ آخر۔ اس آیت کی شرح پہلے ابواب میں بیان کی جاچکی ہے۔ محمدؐ نے اس آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

(خداوند نے تمام افراد بشر کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ افراد کے درمیان کسی قسم کی برتری وجود نہیں رکھتی۔ مگر یہ کہ پرہیزگار متقی ہو۔ تمام افراد بشر خداوند کے نزدیک برابر ہیں لہٰذا زمانہ جاہلیت کا افتخار حسب و نسب۔ طوائف و قبائل سب ختم کیے جاتے ہیں حسب و نسب کی برتری کوئی برتری نہیں ایک منصب ہے وہ (میرآب) کا منصب ہے۔ میرے چچا عباس نے آج تک یہ منصب بڑی خوبی سے نجایا ہے اور یہ امر بھی تحقیق شدہ ہے کہ انہوں نے پانی کی تقسیم میں کبھی کسی خصوصی نظریہ کو جگہ نہیں دی اور ہمیشہ لوگوں میں پانی منصفانہ طور پر تقسیم کیا ہے۔

بعد ازاں جب اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا۔ (جیسا کہ آگے ذکر آئے گا)۔ (عثمان بن طلحہ) خانہ کعبہ کے کلید برداری کے منصب پر ہی رہے۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے اس منصب پر فائز ہوئے۔ آج بھی خانہ کعبہ کا کلید بردار (عثمان بن طلحہ) کی اولاد میں سے ہے۔

محمدؐ جب اس اعلان سے فارغ ہوئے تو خانہ کعبہ کے ایک بُت کو اپنے ہاتھوں سے زمین پر گرا کر توڑا اور پھر (علیؑ بن ابی طالب) سے فرمایا۔ تمام بتوں کو توڑ دو اور ہر نوع صورت کہ خانہ کعبہ میں موجود ہے کو تباہ و معدوم کر دو۔

ایک روایت کے مطابق محمدؐ نے فرمایا۔ تصویر جو میرے ہاتھ کے نیچے ہے تباہ نہ کرنا۔ روایت میں ہے کہ وہ تصویر مریمؑ کی تھی اور عیسیٰؑ اُن کی آغوش میں تھے۔

روایت کے مطابق دوسری ہر نوع تصویروں اور بتوں کو تباہ و معدوم کر دیا گیا۔

ہنگامیکہ مسلمان پتھر کے بتوں کو گرا کر توڑتے اور لکڑی کے بتوں کو کلہاڑوں سے پھاڑتے تو مکہ کے وہاں موجود بت پرستوں نے اپنے چہروں کو چادروں سے ڈھانپ لیا۔ اس لیئے کہ اُن میں تاب نظارہ نہ تھی۔ بعض مشرکین سوچ رہے تھے یہ جہان اب ویران ہو جائے گا۔

لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ تمام بتوں کو یکے بعد دیگرے توڑ دیا گیا اور کوئی حادثہ پیش نہ آیا۔

تمام بتوں کو توڑنے کے بعد محمدؐ نے عام معافی کا اعلان صادر فرمایا:

اہل مکہ جو خانہ کعبہ میں موجود تھے اُن سے کہا گیا۔ وہ آزاد ہیں جہاں چاہیں جا سکتے ہیں کسی کو اُن سے کوئی سروکار نہیں (ابوسفیان) کے گھر میں بھی جمع افراد کو اجازت دے دی گئی کہ وہ آزاد ہیں جہاں چاہیں جا سکتے ہیں اور اپنی روزمرہ کی مشغولیت شروع کر سکتے ہیں۔

سب لوگ چلے گئے مگر آپؐ خانہ کعبہ ہی میں رُکے رہے۔ کیونکہ آپ کا کوئی مکان نہیں تھا جہاں جاکر سکونت پذیر ہوتے گزشتہ دنوں محمدؐ کے پاس خدیجہؓ والا بہت خوبصورت دو منزلہ مکان تھا۔ یہ مکان مکہ کے خوبصورت مکانوں میں سے ایک تھا۔

خدیجہؓ کی وفات کے بعد وُہ مکان (عقیل) علیؓ کے بھائی کو ملا۔ اور (عقیل) نے کسی اور کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔

چند مسلمانوں نے محمدؐ سے عرض کی۔ آپؐ نے مکہ فتح کیا ہے لہٰذا آپؐ کو حق حاصل ہے جس مکان کو چاہیں اپنے تصرّف میں لے آئیں۔

لیکن محمدؐ نے فرمایا کہ اہلِ مکہ کی جان و مال امان میں ہیں اور میں کسی مکان کو اپنے تصرّف میں نہیں لے سکتا۔ چونکہ رات خانہ کعبہ میں نہیں رہ سکتے تھے اس لیئے خانہ کعبہ سے نکل کر (الخالف) کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے۔

تسخیر مکہ سے پہلے وہاں کا حاکم (عتاب بن اسید) تھا۔

۱۵ رمضان بوقت ظہر۔ بلالؓ اذان دینے کے لیئے باہر نکلے اور کسی اُونچی جگہ کی تلاش میں خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے تاکہ اذان کی آواز دُور دُور تک سُنی جا سکے۔

جب اذان کی آواز خانہ کعبہ کی چھت سے بلند ہوئی تو حاکمِ مکہ (عتاب بن اسید) فوری طور پر خانہ کعبہ پہنچا اور بلالؓ کو کہا "اس جگہ سے نیچے اُترو"۔

لیکن بلالؓ نے درخورِ اعتنا نہ سمجھا اور اذان جاری رکھی۔ (عتاب بن اسید) نازیبا کلمات بکتا رہا۔ بلالؓ نے اذان ختم کرنے کے بعد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عتاب بن اسید کی شکایت کی۔

(عتاب بن اسید) ایک مشرک تھا۔ اُس کا ایک مسلمان کے ساتھ بدکلامی کرنا جب کہ وہ اذان دے رہا تھا۔ ایک بہت بڑا جرُم تھا۔ لیکن محمدؐ نے اُسے کچھ نہ کہا اور نہ کوئی سزا دی۔ (عتاب بن اسید) چند روز بعد خود ہی محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ پیغمبرِ اسلام نے اُس کا منصب بحال رکھا اور مسلمانوں کی طرف سے مکہ کا حاکم مقرر ہوا۔

(فتح مکہ کے بعد محمدؐ نے اپنے بدترین دشمنوں کو عالی ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاف فرما دیا۔ اُن بڑے دشمنوں میں ایک (عکرمہ بن ابوجہل) تھا جو جان کے خوف سے مکہ چھوڑ کر مفرور ہو گیا تھا۔ (عکرمہ) کی بیوی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے شوہر کے لیئے امان مانگی۔ محمدؐ نے (عکرمہ) کو امان بخشی۔ اور وُہ واپس اپنے گھر آ گیا۔

(دوسری (ہنت) زوجہ (ابوسفیان) تھی۔ اس عورت نے (حمزہؓ) کا جگر چبایا تھا اِسی مناسبت سے اُسے (ہنت جگر خوار) کہا جاتا تھا۔ (ہنت) نے نہ صرف (حمزہؓ) کا جگر کھایا تھا بلکہ دُوسرے مسلمان شہداء کے کان اور ناک کاٹ کر اپنے گلے کا ہار تیار کیا تھا۔ اُسے گلے میں آویزاں کر کے رقص کیا تھا۔ آپؐ نے اِس سنگدل عورت کو بھی معافی دے دی اور تا حیات اُسے کسی مسلمان نے آزار نہیں پہنچایا۔)

(تیسرے (صفوان بن اُمیہ) جو ایک وقت میں وُہ پیغمبرؐ کو قتل کرنا چاہتا تھا اور اس کام کے لئے قاتل معاوضہ پر حاصل کیا تھا۔ اُسے بھی معافی دے دی گئی۔ مگر اُس نے پیغمبرِ اسلام سے کہا۔ میں اسلام قبول نہیں کروں گا۔ معافی کے پانچ دن بعد (صفوان بن اُمیہ) نے اسلامی لشکر کو ایک سو زرہ اور پانچ ہزار درہم نقد پیش کیئے اور پھر چند ماہ بعد جنگ حنین کے بعد وہ بھی مسلمان ہو گیا۔)

Marfat.com

جب مکہ فتح ہوا۔ چار لاکھ بیس ہزار مثقال سونا خانہ کعبہ کے خزانہ میں موجود تھا۔ محمدؐ نے حکم فرمایا کہ یہ تمام سونا حسب سابق خانہ کعبہ کے تصرف میں رہے گا اور کوئی شخص اس کو ہاتھ نہ لگائے۔

فتح مکہ کے پہلے دس دنوں میں دو ہزار افراد نے اسلام قبول کیا۔ اس کے لیئے طریقہ یہ اپنایا گیا کہ کفار یکے بعد دیگرے (عمرؓ بن الخطاب) کے سامنے سے گزرتے۔ شہادتین کو زبان پر لاتے اور (عمرؓ) انہیں نصیحت فرماتے۔ زنا سے پرہیز کرو اور نیک بننے کی کوشش کرو۔

ممکن ہے ذہنوں میں یہ سوال اُٹھے کہ (عمرؓ بن الخطاب) نئے مسلمانوں کو کیوں یہ نصیحت کرتے تھے کہ زنا سے بچو کیوں یہ نہ کہتے کہ سُود کا کاروبار چھوڑ دو۔

اس کا جواب یہ ہے۔ مشرکین مکہ میں زنا خصوصاً محصنہ سے زنا اس درجہ رواج پذیر تھا کہ اُسے قبیح نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بعض بیوہ عورتیں جو محترم خاندانوں سے ہوتی تھیں اپنے گھر کے اُوپر ایک پرچم نصب کر دیتی تھیں اور یہ پرچم اس چیز کی نشاندہی کرتا کہ اس گھر میں رہنے والی عورت اپنے گھر میں بیگانہ مردوں کی پذیرائی کے لیئے آمادہ ہے لیکن مسلمانوں کے مکہ فتح کرنے کے بعد یہ فسق ختم ہو گیا۔

جو لوگ (عمرؓ بن الخطاب) کے سامنے سے شہادتین پڑھتے ہوئے گزر رہے تھے اُن میں (ہند) زوجہ (ابوسفیانؓ) بھی تھی۔ اس ترتیب یہ بدترین دشمن اسلام بھی بالآخر مسلمان ہو گئی۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ محمدؐ جب مدینہ سے فتح مکہ کے لیئے عازم سفر ہوئے تو وہ جانتے تھے کہ حتمی طور پر مکہ کو فتح کر لیا جائے گا۔

اس پر دلیل سورۃ (النصر) کا مدینہ میں نزول ہے کہ آج وہ قرآن کی ایک سو دسویں سورۃ قرآن ہے۔ اس سورۃ کی دوسری آیت میں اگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پہلی آیت شمار کیا جاوے۔ خداوند نے فرمایا ہے:۔

"اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ"۔ اس آیت میں خداوند نے اپنے پیغمبرؐ کو بشارت دی کہ تم مکہ کو فتح کرو گے۔"

اور تیسری آیت میں خداوند فرماتے ہیں:۔

"وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا" یعنی۔ اور تم دیکھو گے کہ لوگ دستہ دستہ۔ فوج فوج دین خدا میں شامل ہونگے۔" مقصود اس سے یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد لوگ اجتماعی صورت میں دین اسلام میں شامل ہوں گے اور ایسے ہی ہوا۔

چوتھی آیت میں خداوند نے فرمایا:

"فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔" یعنی اس بڑی فتح کی مناسبت سے خداوند کے حضور حمد و ثنا کرو۔ استغفار کرو۔ اور خداوند توبہ استغفار کرنے والوں کی پذیرائی کرتا ہے۔

۔۔۔ مکہ کے امیر لوگ فتح مکہ کے دن تک شراب پیتے تھے۔ سؤر کا گوشت کھاتے تھے مسلمان ہونے کے بعد اُن پر یہ دونوں چیزیں حرام ہو گئیں)

(طبری) لکھتا ہے کہ مکہ فتح ہو جانے کے بعد محمدؐ نے مغلوبین سے محبت و اخوت کے اظہار کے لیئے (دادودلیث) کی

Marfat.com

لڑکی سے ازدواج کیا۔ (داؤد لیث) فتح مکہ کے موقع پر (خالدؓ بن ولید) کے دستہ سے جھڑپ میں قتل ہوگیا تھا۔ (طبری) کہتا ہے کہ اس لڑکی کا نام (ملیقہ) تھا لیکن یہ خبر بہت ضعیف ہے۔

کسی بھی اسلامی مؤرخ نے اس خبر کی تائید نہیں کی ہے۔ اور (ملیقہ بنت۔ داؤد لیث) کا نام پیغمبرؐ اسلام کی ازواجِ مطہراتؓ کے ناموں میں شامل نہیں ہے۔ جیسے ہم پہلے ابواب میں ذکر کر چکے ہیں۔ لہٰذا (طبری) کی یہ روایت کہ محمدؐ نے (ملیقہ بنت داؤد لیث) سے ازدواج کیا تھا مستند نہیں۔

(پیغمبرؐ اسلام نے پندرہ۱۵ روز مکہ میں قیام فرمایا۔ اور ان دو ہفتوں میں تقریباً پورا مکہ مسلمان ہوگیا۔ مدینہ کے لوگ پیغمبرؐ کے قیام مکہ کی طوالت سے پریشان ہوئے اور سوچنے لگے کہ چونکہ آپؐ کی جائے پیدائش مکہ ہے۔ وہ اس شہر سے اب مدینہ واپس نہیں جائیں گے۔ لیکن رسولؐ اللہ نے انہیں یقین دلایا کہ جب تک میں زندہ ہوں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ میں اُسی جگہ مروں گا جہاں تم مرو گے۔)

پندرہ۱۵ روزہ قیام کے بعد پیغمبرؐ اسلام مدینہ روانہ ہوئے تو اہلِ مدینہ کے دل کا خوف دور ہوا اور وہ مطمئن ہوگئے۔

Marfat.com

درّہ حنین میں

مکّہ کا فتح ہونا اور تمام اہلِ مکّہ کے مسلمان ہو جانے سے اسلام کی موافقیت جزیرۃ العرب میں قطعی ہو گئی۔

مکّہ ایک سیاسی۔ مذہبی اور تجارتی شہر تھا۔ اور جزیرۃ العرب میں مرکزی حیثیت کا حامل۔ مسلمانوں کے مکہ فتح کر لینے کے بعد۔ عربستان کا سیاسی۔ مذہبی اور تجارتی مرکز اُن کے زیرِ تصرّف آگیا۔

مکّہ کے جنوب میں بنو ہوازن سکونت پذیر تھے۔ جو متعدد قبائل پر مشتمل تھے اور یہ قبائلِ مکّہ کے جنوب سے لے کر یمن کی حدود تک پھیلے ہوئے تھے۔

ایسا کم ہی اتفاق ہوتا ہے کہ دُو قبیلے یا دُو قومیں ساتھ ساتھ زندگی بسر کریں اور ایک دُوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات برقرار رکھ سکیں اور اُن کے درمیان جنگ نہ ہو۔

قبائل (ہوازن) اور اہلِ مکّہ کے درمیان بھی کئی مرتبہ جنگیں ہوئیں اور چند مرتبہ تو (ہوازن) نے ماہ ہائے حرام میں مکّہ والوں سے جنگ کی۔ عرب اِس نوع کی حرام جنگ کو جنگ فجّار کا نام دیتے ہیں۔

بنو (ہوازن) اور اہل مکّہ ایک دُوسرے کے جدی پشتی دشمن تھے۔ بی بی خدیجہؓ کے والد ماجد (ہوازن) اور مکّہ کی ایک جنگ میں قتل ہوئے تھے۔ خود محمدؐ نے بھی لڑکپن میں چچا ابُوطالب کے ہمراہ (ہوازن) کے ساتھ ایک جنگ میں شرکت فرمائی تھی۔

(ہوازن)۔ جمع ہے کلمۂ ہوزان کی۔ چُونکہ قبائل (ہوزان) کی تعداد بہت زیادہ تھی اِس نسبت سے انہیں (ہوازن) کہتے تھے۔

(ہوازن) کا ایک حصّہ بحیرہ احمر اور صحرائے عرب کے درمیانی علاقہ (حجاز) میں آباد تھا۔ (ہوازن) کا ایک اور حصّہ قبیلہ (ثقیف) شہر طائف میں آباد تھا اور شہر نشین شمار ہوتا تھا۔ پیغمبرؐ کی ایک دایہ جس نے محمدؐ کو دُودھ پلایا تھا۔ قبیلہ (بنو سعد) سے تھی اور یہ قبیلہ جزو (ہوازن) شمار ہوتا تھا۔

قبیلہ (بنو سعد)۔ قبیلہ (بنو بکر)۔ قبیلہ (بنو سلیم) اور ہوازن کے دوسرے قبائل اسلام اور محمدؐ کے دشمن تھے۔

(لات) کا مجسمہ شہر (طائف) میں تھا۔ (طائف) وہی شہر ہے جہاں آپؐ مکّہ سے طرد ہونے کے بعد گئے تھے اور اس شہر کے لوگ

آپؐ کو قتل کرنے کے درپے ہوئے تھے۔ آپؐ بڑی مشکل سے جان بچا کر واپس آئے تھے۔

فتح مکّہ کے تین دن بعد محمدؐ نے کچھ مسلمانوں کو مامور کیا کہ مکّہ کے اطراف میں جو بُت ہیں اُن کو جا کر توڑ دیں۔ (خالدؓ بن ولید) کو حکم ہوا کہ (نخلہ) جا کر وہاں کے بُتوں کو توڑ دیں۔ (عزّٰی) کا بہت بڑا مجسمہ اسی مقام پر نصب تھا۔

جب (ہوازن) نے دیکھا کہ مسلمان اُن کے بُتوں کو توڑنے کے درپے ہیں تو انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کا فیصلہ کیا اور اپنے قبائل کو فوری طور پر جنگ کی تیاری کے لیے کہا۔ جلد ہی بیس[۲۰] ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر مسلمانوں سے جنگ کے لیے اکٹھا ہوگیا۔ لشکر کے ساتھ عورتوں بچوں اور چارپایوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد تھی۔

(ہوازن) عورتوں اور بچوں کو میدانِ جنگ میں اس لیئے لے آئے کہ وُہ ایک فیصلہ کُن جنگ لڑنا چاہتے تھے۔

عورتوں۔ بچّوں اور چارپایوں کو ہوازن اس لیئے ساتھ لائے کہ میدانِ جنگ میں ہر چیز داؤ پر لگی دیکھ کر پامردی سے لڑیں۔ مکّہ کو زیرِ تصرّف لے آئیں اور ہمیشہ کے لیئے مکّہ والوں کی مزاحمت ختم کر دیں تاکہ مکّہ والوں کی طرف سے آئندہ تو بید زحمت نہ ہو۔

ماضی میں کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا تھا کہ (ہوازن) بیس[۲۰] ہزار افراد جنگجو اکٹھے کر سکے ہوں۔

جب (قریش) کو اطلاع ہوئی کہ (ہوازن) مکّہ پر حملہ کیلئے لشکر اکٹھا کر رہے ہیں تو اُن کے دلوں سے مسلمانوں کے خلاف آخری کدورت بھی زائل ہوگئی اور وُہ مسلمانوں کے شانہ بشانہ (ہوازن) سے جنگ کے لیئے آمادہ ہوگئے۔ حتیٰ کہ (صفوان بن اُمیّہ) بھی تیار ہوگیا اور دُوسری بار اس نے اسلحہ اور نقدی مسلمانوں کو دی۔ تاکہ لشکر کو تقویّت حاصل ہو۔

محمدؐ (ہوازن) سے مقابلہ کے لیئے بارہ[۱۲] ہزار کا لشکر لے کر آگے بڑھے۔ ان میں دو[۲] ہزار افراد قریش سے تھے جو اپنے جدّی پُشتی دشمن سے مقابلہ کے لیئے ساتھ آئے تھے۔

لشکرِ اسلام ۳۰ جنوری ۶۳۱ء کو وادیٔ حنین میں اُترا۔ حنین کی وادی مکّہ اور (طائف) کے درمیان کوہستانی سلسلہ میں واقع ہے۔ جس میں کئی درّے ہیں۔ اسلامی لشکر کو اِن درّوں سے گزرنا تھا۔ اسلامی لشکر طلوعِ آفتاب کے ساتھ اِن درّوں میں داخل ہوا۔

لشکرِ اسلام کے ہراول دستے بغیر کسی خطرہ کے اِس درّہ سے گزر گئے۔ ان کے کمانڈر نے ایک بڑی غفلت یہ کی کہ دیدبانوں کو پہاڑ کے اُوپر سے عبور کا حکم نہ دیا۔

اگر ہراول فوج کا کمانڈر کچھ افراد کو پہاڑوں کے اُوپر نگہبانی کے لیئے مقرر کر دیتا تو وُہ یقیناً پہاڑوں کے پیچھے دشمن کو چھپا دیکھ لیتے۔ کہتے ہیں یہ غفلت اس لیئے ہوئی کہ مسلمان (جنگِ حنین) میں اپنی طاقت پر مغرور تھے۔ اور عام تاثر تھا کہ (ہوازن) ہمیں شکست نہیں دے سکتے۔

ہراول دستہ کو درّہ سے گزرتے ہوئے دشمن کے متعلق کوئی شک نہ گزرا اور نہ ہی دشمن کے متعلق تحقیق کرنے کی کوشش کی گئی۔

(ہوازن) کی فوج کا سپہ سالار (مالک بن عوف نضری) تھا۔ اُس نے اِس جنگ میں ثابت کیا کہ وُہ ایک لائق کمانڈر ہے۔

(مالک بن عوف نضری) نے اپنی سپاہ کو اس طرح پہاڑوں کے پیچھے چھپائے رکھا کہ اسلامی لشکر کے ہراول دستہ کو خبر ہی نہ ہوئی کہ دشمن کمین میں ہے۔

Marfat.com

اسلامی لشکر کے ہراول دستے جب درّہ سے گزر رہے تھے۔ (مالک بن عوف نضری) نے انہیں گزرتے دیکھا مگر حملہ کا حکم نہ دیا۔ اپنے سپاہیوں سے کہا صبر کرو تا محمدؐ کا اصلی لشکر درّہ میں داخل ہو جائے۔

محمدؐ اُس دن لشکر کے عقب میں تھے اور سفید خچر پر سوار تھے۔ یہ خچر شاہِ حبشہ نے آپؐ کے لیئے بھجوایا تھا اور اس کا نام (شہبا) تھا۔ (سُفیان بن حرث) پیغمبرِ اسلام کے نقیب تھے۔ وُہ اس خچر کے آگے آگے چل رہے تھے۔

(مالک بن عوف نضری) اس قدر ٹھنڈے دل و دماغ کا مالک تھا کہ اسلامی لشکر کے اصلی حصّہ کے درّہ میں داخل ہونے پر بھی حملہ کا حکم نہ دیا۔ تا وقتیکہ پورا لشکرِ اسلام درّہ میں داخل نہ ہو گیا۔

اُس وقت (مالک بن عوف نضری) نے حملہ کا حکم دیا۔ (ہوازن) کے لشکر نے کمین گاہوں سے نکل کر اسلامی لشکر پر پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کر دی۔

مسلمان راہ پیمائی کی حالت میں تھے۔ اس ناگہانی حملہ سے اس قدر خوفزدہ ہوئے کہ فرار میں امان سمجھی۔ سوار دستوں نے واپسی کا قصد کیا کہ جس راستہ سے درّہ میں داخل ہوئے ہیں اُسی راستہ سے نکل جائیں۔

سوار دستوں کے فرار سے مسلمان سپاہ متزلزل ہو گئی۔ سبھی بھاگنے لگے۔ خداوند نے اس واقعہ کے متعلق سورۂ توبہ کی آیت ۲۵ اور ۲۶ میں اس طرح فرمایا۔

"لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ' ویوم حنین' لقد اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین"[۲۵]

یعنی: اللہ تم کو بہت سے میدانوں میں مدد کر چکا ہے اور حنین کے روز بھی۔ جب تم اپنی بہتات پر اترائے۔ پھر (یہ تمہارا اترانا) تمہارے کچھ کام نہ آیا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی تو پھر پیٹھ پھیر کر ہٹے تم پیٹھ پھیر کر ہ

مؤرخین اسلام کا کہنا ہے کہ محمدؐ رسول اللہ نے چھوٹی بڑی اسّی جنگیں لڑیں۔ ان تمام جنگوں میں اس آیت کے مطابق خُداوند کی مدد سے فتح یاب ہوتے رہے نہ کثرتِ سپاہ کے سبب۔ لیکن جنگِ (حنین) میں مسلمان اپنی کثرتِ تعداد پر مغرور ہوئے اور خود کو حتمی فاتح سمجھ بیٹھے تھے۔ اور غفلت برتی اس حقیقت سے کہ خداوند کی مدد سے مسلمان فتحیاب ہوتے ہیں نہ کہ کثرتِ تعداد کے باعث لہٰذا باوجودیکہ مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ بُری طرح بھاگے۔

اسی سُورت کی چھبیسویں[۲۶] آیت میں خداوند نے فرمایا۔

"ثم انزل اللہ سکینتہ علیٰ رسولہ وعلی المومنین وانزل جنودًا لم تروھا و عذب الذین کفروا' و ذٰلک جزاء الکٰفرین۔

یعنی: پھر اللہ نے اپنے رسول اور ایمان لانے والوں کو تسکین دی اور (اُن کی مدد کو) فوجیں اتاریں جو تُم نے نہیں دیکھیں اور ماردی کافروں کو یہی سزا ہے کافروں کی۔

محمدؐ نے جب دیکھا کہ سپاہ بھاگ رہی ہے تو اپنی خچر سے نیچے اُتر آئے۔ خچر کی لگام (سفیان بن حرث) کو تھمائی اور ایک چوڑے پتھر پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو آواز دی۔ "کہاں جا رہے ہو آیا مجھے نہیں دیکھ رہے ہو۔ میں اللہ کا رسولؐ ہوں — میں

Marfat.com

عبدالمطلب کا فرزند ہُوں ـــ اے جماعتِ مہاجر ـــ اے جماعت انصار۔ اے وُہ لوگو جو (حدیبیہ) میں میرے ساتھ تھے فرار نہ کرو اور اِدھر آؤ۔

بعض وقائع نگاروں نے لکھا ہے کہ عباس۔ پیغمبرِ اسلام کے چچا بلند آواز تھے وُہ تکرار کرتے جاتے تھے۔ محمدؐ کی استقامت شہامت اور اللہ پر یقین رنگ لایا اور بھاگتی ہوئی سپاہ ٹھہر گئی اور آپؐ کے اِردگرد جمع ہونے لگی۔ محمدؐ نے حُکم دیا کہ مسلمان مسلح ہو کر اور درّہ کا چکّر کاٹ کر درّہ کے دُوسری طرف صحراء (اوطاس) میں پہنچیں۔

مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔ (ہوازن) کا پڑاؤ اُس صحراء (اوطاس) میں تھا۔ مسلمانوں نے اُن کے پڑاؤ پر حملہ کر کے تمام عورتیں۔ بچّے۔ چارپائے اور اموال پر قبضہ کر لیا۔

(ہوازن) مسلمانوں کی راہ روکنا چاہتے تھے مگر اب مسلمان مسلح ہو کر پیش قدمی کر رہے تھے اِس لیئے کچھ (ہوازن) قتل ہوئے اور بقیہ کو مجبوراً ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ محمدؐ نے (ہوازن) کا مال و اسباب۔ عورتوں، بچّوں اور چارپایوں کو (جعکرانہ) میں منتقل کرنے کا حکم دیا۔ یہ مقام مکّہ کے شمال میں ۱۵ کیلومیٹر کے فاصلہ پر تھا اور مزید فرمایا کہ ان کے لیئے لباس اور غذا ساتھ لے جائیں جنگ (حُنین) کے مسلمانوں کے حق میں ختم ہونے کے بعد محمدؐ نے (طائف) پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

(طائف) میں دُو قلعے تھے۔ اہلِ (طائف) نے جب اسلامی لشکر دیکھا تو شہر کے دروازے بند کر کے محصور ہو گئے۔ مسلمانوں نے (طائف) کا حصار توڑنے کے لیئے منجنیق استعمال کی اور اِس کے علاوہ سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے (ارابہ) تیار کیئے گئے۔

(ارابہ) جو سلمانؓ فارسی کے مشورہ سے تیار ہوئے۔ وُہ اِس طرح بنائے گئے تھے کہ اُن کی آڑ میں مسلمان سپاہ شہر کے دروازوں کے نزدیک پہنچ جاتی تھی اور محصورین کے تیر و پتھر بے اثر ثابت ہوتے تھے۔

جنگ (حنین) کی فتح کے بعد مسلمان بلند حوصلہ تھے۔ بڑی شہامت سے لڑ رہے تھے۔ حتّٰی کہ (مالک بن عوف نضری) کا گھر جو کہ (طائف) شہر کے جنوب میں تھا ویران کر دیا گیا۔ مگر (طائف) سرنگوں نہ ہُوا۔

پیغمبرِ اسلام نے (طائف) والوں کو وعدہ دیا۔ اگر وُہ تسلیم ہو جائیں تو اُن سے کوئی تعرّض نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اِس یقین دہانی کے باوجود صرف اسّی افراد تسلیم ہوئے جو بعد آں مسلمان ہو گئے۔ (طائف) کا محاصرہ چالیس ۴۰ دن تک جاری رہا مگر (طائف) سرنگوں نہ ہُوا۔ لہٰذا محمدؐ لشکر کی کمان دُوسروں کو سپُرد کر کے خود (جعکرانہ) تشریف لے گئے تاکہ مالِ غنیمت کو مسلمانوں میں تقسیم کریں۔

مالِ غنیمت کے علاوہ چھ ہزار جنگی اسیر بھی مسلمانوں میں تقسیم ہُوئے۔

اسیروں میں سے ایک عورت آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی میرا نام (شیمہ) ہے۔ میں آپؐ کی رضاعی بہن ہُوں جب حلیمہ آپؐ کو دُودھ پلایا کرتی تھی میں بھی دُودھ پیا کرتی تھی اور ایک زخم کا نشان جو کہ اُس کے ہاتھ پر تھا دکھاتے ہوئے عرض کی جب میں اور آپؐ چھوٹے تھے اور اکٹھے کھیلا کرتے تھے آپؐ نے سہواً مجھے مجرُوح کر دیا تھا۔ یہ نشان اُسی زخم کا ہے لہٰذا آپؐ مجھے مسلمانوں کی کنیزی میں نہ دیں۔

محمدؐ نے فرمایا۔ اے شیمہ تم مائل ہو کہ مسلمان ہو کر آزاد زندگی بسر کرو؟

اُس عورت نے کہا۔ نہ محمدؐ۔ میری آزادی یہی ہے کہ میں صحرا میں واپس چلی جاؤں اور صحرائی زندگی بسر کروں۔

Marfat.com

محمدؐ نے فرمایا۔ میں تمہیں آزاد نہیں کر سکتا۔ مگر ایک ترتیب سے اور وہ یہ کہ غنائم کی تقسیم کے وقت تو میرے حصہ میں آجائے۔ اس صورت میں تو میری کنیز ہوگی میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔

اسی طریقہ پر عمل کیا گیا۔ (شیما) محمدؐ کے حصہ میں شامل ہوئی اور آزاد کر دی گئی۔ اپنی آزادی کے بعد (شیما) نے درخواست کی کہ میرا شوہر بھی اسیر ہے۔ قانون کے مطابق اُسے بھی غلام بنا لیا جائے گا۔ اُسے بھی آزاد کیا جائے۔

محمدؐ نے ایک بار پھر درخواست کی کہ اُسے میرے حصہ میں شامل کیا جاوے۔ ایسا ہی کیا گیا اور پیغمبرِ اسلام نے اُسے بھی آزاد کر دیا۔

جب (ہوازن) قیدیوں نے دیکھا کہ (شیما) اور اُس کا شوہر آزاد ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنا نمائندہ محمدؐ کی خدمت میں بھجوایا کہ ہم (حلیمہ) کے قبیلہ سے ہیں اس نسبت سے آپؐ کے رضائی بہن بھائی ہیں پس ہمیں بھی فدیہ کی ادائیگی کے بغیر آزاد کیا جائے تاکہ ہم اپنے قبیلہ میں واپس جا سکیں۔

محمدؐ نے فرمایا۔ اب میں ایسا نہیں کر سکتا اس لیئے کہ تم اب مسلمانوں میں تقسیم ہو چکے ہو۔

(ہوازن) کے نمائندہ نے کہا۔ آپؐ کس طرح برداشت کریں گے کہ آپؐ کے رضائی بہن بھائی غلام و کنیز بنیں۔

محمدؐ نے فرمایا۔ میں صرف اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ غلام اور کنیزیں جو میرے حصہ میں آئے ہیں انہیں آزاد کر دوں اس کے علاوہ میرے بس میں کچھ بھی نہیں۔ دوسرے تمام غلام اور کنیزیں دوسروں کی ملکیت ہیں انہیں آزاد کرنے یا نہ کرنے کا اختیار فقط انہی کو ہے۔ محمدؐ نے اپنے تمام غلاموں اور کنیزوں کو جو اُن کے حصہ میں آئی تھیں آزاد کر دیا۔

آپؐ کی تقلید میں (علیؓ بن ابی طالب) نے بھی اپنے حصہ کے غلام اور کنیزیں آزاد کر دیں۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے بھی تقلید کی اور اپنے اپنے حصہ کو آزاد کر دیا۔

باقی تمام مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ بزرگانِ اسلام نے اپنے اپنے حصہ کے غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کر دیا ہے تو اُنہوں نے بھی اپنے حصہ کے غلام اور کنیزیں آزاد کر دیں مگر مالِ غنیمت واپس نہ کیا۔

آزاد ہونے والوں میں (مالک بن عوف) بھی تھا۔ اُس کو اُس کا مال بھی واپس مل گیا۔ اُس کا مال محمدؐ کے حصہ میں آیا تھا وہ آپؐ نے واپس کر دیا۔ (مالک بن عوف) (ہوازن کا سپہ سالار) اُسی جگہ مسلمان ہو گیا۔

بدیں ترتیب مالِ غنیمت کی تقسیم کا مسئلہ منقضی ہوا۔ اور محمدؐ واپس (طائف) تشریف لے گئے۔ محاصرہ کی وضع میں کچھ تغیر نہیں آیا تھا۔ اسلامی لشکر کے وہ لوگ جو (طائف) میں مصروفِ جنگ تھے۔ (طائف) کو سرنگوں نہ کر سکے۔ لیکن (ہوازن) قبائل کے اسلام قبول کر لینے کے بعد (طائف) مسلمانوں کے نزدیک ایک خطرناک شہر نہیں رہا تھا۔ بلکہ ایک جزیرہ کی شکل اختیار کر گیا تھا جس کے چاروں طرف اسلام نے احاطہ کر لیا تھا۔

محمدؐ نے دیکھا کہ (طائف) کے محاصرہ کے لیئے اگر ایک چھوٹا سا لشکر چھوڑ دیا جاوے تو یہ شہر بغیر جنگ کیئے بھوک اور پیاس کی وجہ سے سرنگوں ہو جائے گا۔ لہٰذا (ابوسفیان) کو ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ محاصرہ جاری رکھنے کی ہدایت فرما کر آپؐ تمام مسلمانوں کے ساتھ مکہ تشریف لے آئے۔

Marfat.com

عامُ الوفود

(وفود کی پذیرائی کا سال)

محمدؐ کے مکہ تشریف لے جانے کے بعد (انصار) نے عدمِ رضایت کا اظہار کیا اور عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ آپ نے (ہوازن) کے مالِ غنیمت میں سے قریشی مسلمانوں کو زیادہ حصّہ دیا ہے۔

یہ شکایت صحیح تھی۔ مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت آپؐ نے (انصار) سے زیادہ (قریش) کا خیال کیا۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ (انصار) کا حصّہ (قریش) کو دے دیا ہو۔

قانون کے مطابق مالِ غنیمت کا ایک پنجم پیغمبرِ اسلام اور اُن کے اقربا کے لیئے تھا۔ محمدؐ کہ ہمیشہ اپنا حصّہ دوسروں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اس سفر میں اپنے حصّہ کے مالِ غنیمت کو (قریش) میں تقسیم فرمایا تاکہ وُہ خوش ہو جائیں۔

پیغمبرِ اسلام نے (قریش) کے ساتھ محبّت بھرا برتاؤ ضروری خیال کیا تاکہ یہ تازہ مسلمان ہوئے ہیں۔ اسلام سے بیشتر علاقہ مند ہو جائیں گے۔

(انصار) کو شکایت کا حق نہیں پہنچتا تھا۔ پھر بھی محمدؐ نے اُن کی دلجوئی کے لیئے فرمایا:۔ تمہیں صرف اِس وجہ سے دلگیر نہیں ہونا چاہیئے کہ اس سفر میں قریش کو آپ سے زیادہ حصّہ ملا۔ آخر وہ مکہ ہی میں رہیں گے اور تُم لوگوں کے ساتھ مدینہ میں اور وہاں ہم باہم مل کر زندگی بسر کریں گے۔

آیا تمہارے لیئے ایک شُتر اور چند گوسفند بطورِ حصّہ زیادہ اہمیّت رکھتا ہے یا یہ کہ تم اپنے ساتھ پیغمبرِ اسلام کو زندگی بھر کے لیئے لے جاؤ۔

آیا تمہیں علم ہے کہ پیغمبرِ خُدا کے ساتھ زندگی بسر کرنا تمہارے لیئے کتنا بڑا شرف ہے۔ خداوند اس مناسبت سے نہ صرف تمہیں بلکہ تمہاری اولاد کو بھی اپنی رحمت کا مستحق کرے گا۔

مکّہ واپس آنے کے چند روز بعد محمدؐ وعدہ کے مطابق (انصار) کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گئے۔ (انصار) محمدؐ کے مدینہ روانہ ہونے پر اس قدر خوش تھے کہ غلغلہ کرتے اور شعر پڑھتے روانہ ہوئے۔

محمدؐ نے مدینہ روانہ ہونے سے تھوڑی دیر پہلے ایک جواں مرد کو کہ ہنوز اُس کی عمر تیئیس سال بھی نہ تھی مکہ میں بطور خلیفہ مقرر فرمایا۔ یہ جوان قبیلہ (اُمیہ) یعنی (ابوسفیان) کے قبیلہ سے تھا۔ مکہ میں مسلمانوں کے تمام اُمور (رتق و فتق) اُس کے سپرد کیے۔

محمدؐ کی مدینہ واپسی کے تھوڑی دیر بعد (طائف) سے ایک ہیئت نمائندگی پیغمبرِ اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ نمائندوں نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ "ہم اہلِ طائف اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ رسولِ خدا انہیں آزاد چھوڑ دیں یعنی مثل سابق فحاشی۔ سُود خوری۔ شراب اور دوسرے نشہ آور مشروبات کے استعمال پر پابندی نہ ہو"

محمدؐ نے اُن کی درخواست رد کر دی اور فرمایا۔ اسلام میں فحاشی۔ سُود خوری اور نشہ آور مشروبات حرام ہیں۔ نمائندہ جماعت نے (طائف) واپس آکر لوگوں سے مشورت کی اور پھر واپس آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ ہم اہلِ (طائف) فحاشی۔ سُود خوری اور نشہ آور مشروب چھوڑنے پر آمادہ ہیں۔ لیکن ہماری یہ گزارش ہے کہ ہمیں جنگی خدمات۔ روزہ رکھنے اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر مجبور نہ کیا جائے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ آغازِ اسلام میں ہر مسلمان پر فرض تھا کہ میدانِ کارزار میں جائے اور جنگ میں حصہ لے۔

آج بھی جہاد ہر مسلمان پر واجب ہے مگر یہ کہ وہ بیمار یا سالخوردگی کے باعث ناتوان نہ ہو۔

محمدؐ نے (طائف) والوں کی درخواست منظور فرمائی اور انہیں جنگی خدمات۔ زکوٰۃ کی ادائیگی اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت دے دی۔

مسلمانوں نے پیغمبرِ اسلام سے عرض کی یا رسولؐ اللہ۔ کیونکر آپؐ نے (طائف) والوں کو جنگی خدمات۔ زکوٰۃ کی ادائیگی اور روزہ معاف فرما دیا۔ کیا یہ واجباتِ اسلام میں سے نہیں ہیں؟

پیغمبرِ اسلامؐ نے فرمایا جب اہلِ (طائف) مسلمان ہو جائیں گے تو خود ہی واجباتِ اسلام کے فوائد جان جائیں گے اور تمام واجبات پر عمل کریں گے۔ اور ایسے ہی ہوا۔ پیغمبرؐ کی رحلت سے قبل اہلِ (طائف) آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ ہم جنگی خدمات۔ زکوٰۃ کی ادائیگی اور روزہ رکھنے پر خوشی سے آمادہ ہیں۔

اب ہم پیغمبرِ اسلامؐ کی زندگی کے اُس حصّہ کا ذکر کرتے ہیں جسے "عام الوفود" کہا گیا ہے:۔

سال ۹ ہجری کو مسلمان عام الوفود کہتے ہیں۔ یعنی وہ سال جس میں سفراء اور نمائندے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے

اس تاریخ سے ۹ سال قبل محمدؐ نے اسلیئے کہ قتل نہ کر دیئے جاویں مجبور ہو کر مکہ کو خیرباد کہا۔ اور باتفاق ابوبکرؓ صدیق مدینہ روانہ ہوئے۔ اُس غار میں پناہ لی جہاں سانپوں کے دسنے کا بھی خطرہ تھا۔

اُس سفر میں پیغمبرِ اسلامؐ کے سر کی قیمت بھی مقرر ہوئی۔ اعلان ہوا تھا کہ جو شخص محمدؐ کو زندہ یا مُردہ لائے گا اُسے ایک سو اُونٹ انعام دیا جائے گا۔

آج نو سال بعد محمدؐ مکہ کو تسخیر کر چکے تھے اور وہ تمام لوگ جو ماضی میں آپؐ کے دشمن تھے اور آپؐ کے قتل کے درپے

Marfat.com

تھے آج اسلام کے فدائی تھے۔

حتیٰ کہ (عکرمہ بن ابوجہل) جو آپؐ کو قتل کرنا چاہتا تھا مسلمان ہوا اور بعد آں ایک جنگ میں شہادت پائی۔

(ابوسفیانؓ) جو کہ جنگ (اُحد) و (خندق) میں مکہ کی فوج کا سپہ سالار تھا مسلمان ہوا۔ آپؐ نے اُسے حاکم (نجران) مقرر فرمایا۔

(خالدؓ بن ولید) مشرکین کے بڑے سرداروں میں سے تھا۔ اسلام کا ایک بہت بڑا مجاہد اور سپہ سالار ہوا اور سیف اللہ کا لقب پایا۔

محمدؐ نے سن ۹ ہجری میں نہ صرف مکہ کو فتح فرمایا بلکہ سراسر جزیرۃ العرب پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔ یعنی تمام جزیرۃ العرب مسلمان ہو چکا تھا یا اسلام سے موافقت کر چکا تھا۔

جب جزیرۃ العرب کی وسعت پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام اوّل ہجری سے ۹ ہجری تک زمانہ اوسطاً ۲۲ کلومیٹر مربع اراضی کو سلطنتِ اسلام کے تحت لائے۔

مسلمان ابتداء میں اس قدر مفلس تھے کہ پہلی تین جنگوں میں جو مشرکین سے لڑی گئیں۔ ہر دو مجاہدین کے پاس سواری کے لیئے ایک اُونٹ ہوتا تھا۔ جنگ (بدر) میں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ مجاہدوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی اور گھوڑوں کی تعداد صرف دو ۲ راس۔

لیکن بعد میں اس قدر قوی اور ثروت مند ہو گئے کہ جنگِ حنین میں مسلمانوں کے پاس ایک ہزار گھوڑے تھے اور جنگِ تبوک جس کا ذکر بعد میں آئے گا اسلامی لشکر میں دس ہزار گھوڑے دیکھے جا سکتے تھے۔

مسلمانوں نے پہلی بار (نخلہ) میں صرف چار مجاہدوں کے ساتھ جنگ کی۔

دوسری جنگ۔ جنگِ (بدر) میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۲ تھی۔ جنگِ (اُحد) میں سات سو لیکن جنگِ (تبوک) میں مسلمانوں کا لشکر تیس (۳۰) ہزار افراد پر مشتمل تھا۔

جنگی نقصانات زیادہ تر جنگوں میں برائے نام تھے اور بعض میں نسبتاً زیادہ۔

مگر جس عظیم رقبہ پر مسلمانوں نے تصرف حاصل کیا اُس کے تناسب سے یہ تلفات قطعی زیادہ نہیں ہیں۔

وہ لوگ جو ۹ ہجری تک مسلمان ہو چکے تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں:۔

۱۔ تشہد یعنی خدا ایک ہے محمدؐ اُس کے بھیجے ہوئے رسولؐ ہیں۔

۲۔ صلوٰۃ یعنی نماز کا ہر روز معین اوقات میں پڑھنا۔

۳۔ صوم یعنی سال کے ایک مخصوص مہینہ میں روزے رکھنا۔

۴۔ زکوٰۃ یعنی سالانہ مالیاتی محصول کہ ہر مسلمان اپنے اموال کے تناسب سے اسلامی حکومت کو ادا کرے۔

۵۔ حج یعنی زیارت خانہ کعبہ، اس صورت میں کہ مسلمان مرد یا عورت میں اتنی مالی استطاعت ہو۔

سن نہم ہجری میں آپؐ کا مزاج کسل تھا اور آپؐ مدینہ ہی میں رہے۔

Marfat.com

ہم رسولؐ اللہ کی نوعِ کتابت کے متعلق اظہارِ نظر نہیں کر سکتے۔ اس لیئے کہ مؤرخین اسلامی نے کتابت کی نوعیت کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ اس صورت میں یہ تعین کرنا بہت مشکل ہے کہ آپؐ کو کیا بیماری لاحق تھی۔

اِس سال پیغمبرِ اسلام نے سفیروں اور مختلف وفود کو جو اُن قبائل کی طرف سے آتے رہے جواب اسلامی قلمرو میں شامل تھے کو پذیرائی بخشی۔ چونکہ اس سال رسولؐ اللہ نے وفود کو پذیرائی بخشی اِس سال کو "عام الوفود" کے نام سے یاد کیا گیا۔

محمدؐ کی حیثیت پورے جزیرۃ العرب میں اُس وقت ایک مذہبی سیاسی اور فوجی سربراہ کی تھی۔ لیکن جب سفراء اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے تو مشاہدہ کرتے کہ وُہ ایک کھجور کی چٹائی پر تشریف فرما ہیں اور گھر کا سامان ویسا ہی ہے جیسا پہلے ہوتا تھا۔

جب سفیر آتے تو بلالؓ اُن کی راہنمائی فرماتے اور آپؐ کی خدمت میں لے جاتے۔ عربستان کے قبیلوں کے سفیر جب مدینہ میں داخل ہوتے تو اُنہیں محلہ نجاریہ میں (رملہ بنت حارث) کے گھر ٹھہرایا جاتا اس لیئے کہ اس گھر کو سرکاری مہمانوں کی سکونت کے لیئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔

جب کبھی سفراء کی تعداد زیادہ ہو جاتی۔ وُہ گھر ناکافی ہوتا تو محمدؐ کے حکم کے مطابق مسجد نبوی میں خیمے لگا دیئے جاتے اور وہاں سفراء کو ٹھہرایا جاتا۔

باوجود اس کے کہ اسلام پورے جزیرۃ العرب میں پھیل چکا تھا۔ محمدؐ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو قبولِ اسلام پر مجبور نہیں کیا تھا۔ اس لیئے کہ ہر دو اہلِ کتاب تھے۔

پیغمبرِ اسلام نے (ابوالحارث) (اسقف) و نجران) کو جو خط لکھا اُس کا متن حسب ذیل ہے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پیغمبرِ اسلام کی طرف سے (نجران) کے اسقفِ اعظم اور دُوسرے پادریوں کے نام
اما بعد۔ اسقفِ اعظم۔ اساقفہ اور پادریوں پر یہ واضح ہونا چاہیئے۔ کلیساؤں۔ نماز خانوں اور صومعہ ہا کی نگرانی و انتظام حسب سابق اُن کے پاس ہی رہے گی۔ خداوند اور اُس کا رسولؐ اس کی حمایت کرتے ہیں۔ (اس خط میں پیغمبرؐ فرماتے ہیں) کہ کوئی اسقفِ اعظم۔ اسقف۔ پادری۔ اپنے مقام سے ہٹایا نہیں جائے گا۔ اُن کے حقوق و قدرت کا خیال رکھا جائیگا۔ اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی اور کسی بھی مذہبی رسم کو تبدیل نہیں کیا جائیگا۔ اور کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی جائے گی۔ اور اُن سے بھی ہم اُمید رکھتے ہیں کہ وہ کسی قسم کی مزاحمت پیدا نہیں کریں گے"۔ اس خط سے ظاہر ہوتا ہے عیسائی اور اسی طرح یہودی بھی اپنے مذہبی وظائف کی ادائیگی کے لیئے جزیرۃ العرب میں کاملاً آزاد تھے۔ اور کوئی مسلمان مذہبی امور کی ادائیگی میں مزاحم نہیں ہوتا تھا۔

سن ۹ ہجری میں (نجران) کے عیسائیوں کا ایک وفد پیغمبرِ اسلام کی خدمت میں (مدینہ) حاضر ہُوا۔ یہ وفد اسقفِ اعظم (ابوالحارث) و اسقف (عبدالمسیح) اور (الاہم) رئیس کاروان پر مشتمل تھا۔ (نجران) کے اساقفہ مدینہ میں ورُود کے بعد جب محمدؐ کی ملاقات کے لیئے جانے لگے تو اپنا روایتی مذہبی لباس پہنا تو اہلِ مدینہ اُن کے لباس کو حیرت سے دیکھتے تھے۔

یہ وفد جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو اپنے مذہبی وظائف کی ادائیگی کی اجازت چاہی۔ محمدؐ نے اُن سے فرمایا کہ مدینہ کی مسجد میں اپنی عبادات انجام دیں۔ وُہ مسجد میں چلے گئے اور مشرق یعنی بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے اپنے مذہبی وظائف

Marfat.com

انجام دیئے۔

اس میں کوئی شک و تردید نہیں کہ پیغمبرِ اسلام عیسائیوں کے لیئے خصوصی احترام کے قائل تھے اسلیئے کہ قرآن عیسائیوں کو عزیز و محترم شمار کرتا ہے۔

خداوند نے سورۂ (مائدہ) کی آیت بیاسی سے پچاسی میں عیسائیوں کو موردِ عزت و قدردانی قرار دیا ہے۔

آیت بیاسی: "تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور ان مشرکین کو پاویں گے اور ان میں مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب تر ان لوگوں کو پائیے گا جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ اُن میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت سے تارک الدنیا درویش ہیں اور یہی سبب ہے کہ یہ لوگ متکبر نہیں ہیں" ۰ (۸۲ المائدہ)

آیت تراسی: "اور جب وُہ اس کو سنتے ہیں، جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے، تو آپ اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں۔ اسلیئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، یُوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہوگئے ہم کو بھی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ لکھ لیجئے ۰ (۸۳ المائدہ)

آیت چوراسی: "اور ہمارے پاس کونسا عُذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لادیں، اور اس بات کی اُمید رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی معیت میں داخل کر دے گا ۰ (۸۴ المائدہ)

آیت پچاسی: "سو ان کو اللہ تعالیٰ ان کے قول کے صلہ میں، ایسے باغ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور نیکو کاروں کا یہی صلہ ہے ۰ (۸۵ المائدہ)

یہ موضوع بھی قابلِ توجہ ہے کہ کچھ آیات عیسائیوں کی تجلیل سے متعلق شاہ حبشہ کے مسلمانوں کے ساتھ حُسن سلوک کی مناسبت سے نازل ہوئیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ محمدؐ زندگی کے آخری دن تک عیسائیوں کے متعلق نیک بین رہے۔

سن ۹ ہجری مطابق سنہ ۶۳۱ عیسوی حج کے موقع پر بُت پرستوں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ ہی خانۂ خدا کی زیارت کی۔ یہ سال بہرحال آخری سال تھا کہ بُت پرستوں نے حج ادا کیا۔ خداوند نے سنہ ۹ ہجری کے بعد زیارتِ خانہ کعبہ بت پرستوں کے لیئے ممنوع قرار دے دی اور یہ حکم قرآن کی نویں سُورت کی اٹھائیسویں آیت میں وارد ہُوا ہے:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا.... الخ

ترجمہ: یعنی اے ایمان والو! جان لو کہ مشرکین نجس ہیں۔ اس سال کے بعد (یعنی ۹ ہجری) یہ مسجدِ حرام میں داخل نہ ہوں... تا آخر آیۃ

چنانچہ سنہ ۱۰ ہجری سے بُت پرستوں کے لیئے زیارتِ خانہ کعبہ ممنوع قرار دے دی گئی۔

محمدؐ چودہ ہزار مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے زیارتِ کعبہ کے لیئے مکہ روانہ ہوئے۔ اس سال پیغمبرِ اسلام نے تمام مناسکِ حج مکمل طور پر انجام دیئے۔ اسی مناسبت سے وُہ طریقہ جس پر آپؐ نے حج ادا کیا سُنّت قرار پایا اور آج تک مسلمان حج میں یہی مراسم ادا کرتے ہیں۔

ہمارے کہنے کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ اس سے پہلے پیغمبرِ اسلام مناسکِ حج ادا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ہمارا مطلب

یہ ہے۔ سالِ قبل پیغمبرِ اسلام خود زیارتِ کعبہ کو نہیں گئے تھے اور سن آٹھ ہجری کو وُہ جنگ کرکے مکّہ میں داخل ہوئے۔ اور اس سے قبل ایک بار جیساکہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ زیارتِ خانہ کعبہ کے لیئے گئے مگر تمام مناسکِ حج ادا نہ کر سکے تھے۔ اِس سے قبل سات سال تک آپؐ نے مدینہ میں زندگی بسر کی اور خانہ کعبہ کی زیارت کو مکّہ نہیں جا سکتے تھے

بہر حال محمدؐ نے اِس سال مکمّل مناسکِ حج ادا فرمائے۔ احرام باندھا۔ سات بار طواف کیا اور بینِ صفا و مروہ سعی کی۔ یہ سعی (حاجرہؑ) والدہ ماجدہ اسمٰعیلؑ کی یاد میں انجام دی جاتی ہے۔ وُہ اِن دو ٹیلوں کے درمیان پانی کی تلاش میں سرگرداں ہوئی تھیں۔

محمدؐ نے ذوالحج کی ۹ تاریخ کو اُن تمام مسلمانوں کو جو حج کی ادائیگی کے لیئے آئے ہوئے تھے۔ عرفات میں (جبلِ رحمت) پر جمع کیا تاکہ اُن کو خطاب کر سکیں۔ اِس موقع پر مسلمانوں کے علاوہ کسی غیر مذہب کے فرد کا وجُود نہیں تھا۔

محمدؐ مسلمانوں کو خطبہ دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ اُنؐ کی آواز تمام مسلمانوں تک نہیں پہنچ سکے گی۔ چنانچہ اِس مقصد سے کہ سب مسلمان خطبہ سُن سکیں انہوں نے کچھ افراد کو جو بلند آواز تھے۔ کچھ کچھ فاصلے پر مسلمانوں کے اجتماع میں کھڑے کیا تاکہ جو کچھ محمدؐ فرمائیں وُہ تکرار کرتے جائیں۔ بعد میں مسلمانوں نے اِس خطبہ کو (خطبہ وداع) کا نام دیا:۔

تکرار کرنے والے افراد میں سے ایک بلالؓ مؤذن تھے۔ دُوسرے (ربیع بن امیہ)۔ محمدؐ نے قبل اس کے کہ خطبہ شروع فرماتے۔ لوگوں سے پُوچھا۔

جانتے ہو یہ مہینہ کون سا ہے؟

لوگوں نے جواب دیا۔ یہ ماہِ ذوالحجہ۔ ماہِ حرام ہے۔

پھر آپؐ نے پوچھا، جانتے ہو یہ کونسی سرزمین ہے؟

لوگوں نے عرض کی، یہ سرزمین مقدس عرفات ہے۔

اِس کے بعد پیغمبرِ خدا نے خطبہ شروع کیا۔ خطبہ کی ابتدا خدا کے نام سے کی۔ خدا کی حمد کے بعد شہادتین پڑھیں اور فرمایا:

"اے اللہ کے بندو! مَیں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ خُدا سے ڈرتے رہنا۔ اُس کی اطاعت کرنا۔ اور جو کچھ میں تمہیں کہتا ہُوں اُس پر عمل کرنا۔ شاید یہ آخری موقع ہو کہ مَیں یہاں مسلمانوں کے اس بڑے اجتماع میں شرکت کر رہا ہُوں اور نہیں جانتا کہ آئندہ سال مجھے یہاں آنے کا اور تم سے خطاب کرنے کا موقع ملے گا یا نہیں۔

اے لوگو! اگر تم خدا سے ڈرتے رہو گے۔ اُس کی اطاعت کرو گے۔ تمہاری جان و مال اور حیثیت ہر نوع گزند سے جبتک خدا کو منظور ہو گا محفوظ رہے گی وُہ تمہیں اپنے پاس بلا لے گا اور اُس روز تمہاری جان اُس سے ہو گی۔"

اس موقع پر پیغمبرِ اسلامؐ نے موضوعِ خطبہ بدلا اور فرمایا:۔

"کیا مَیں نے وظیفۂ پیغمبری بخوبی انجام دیا ہے یا نہیں؟ خدایا تو خود تعیّن کر کہ آیا تُو نے جو وظیفہ میرے سپُرد کیا وہ بہ انجام پہنچا ہے یا نہیں؟

لوگوں نے بلند آواز سے کہا، ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ نے وظیفۂ پیغمبری کو بخوبی انجام دیا ہے۔

Marfat.com

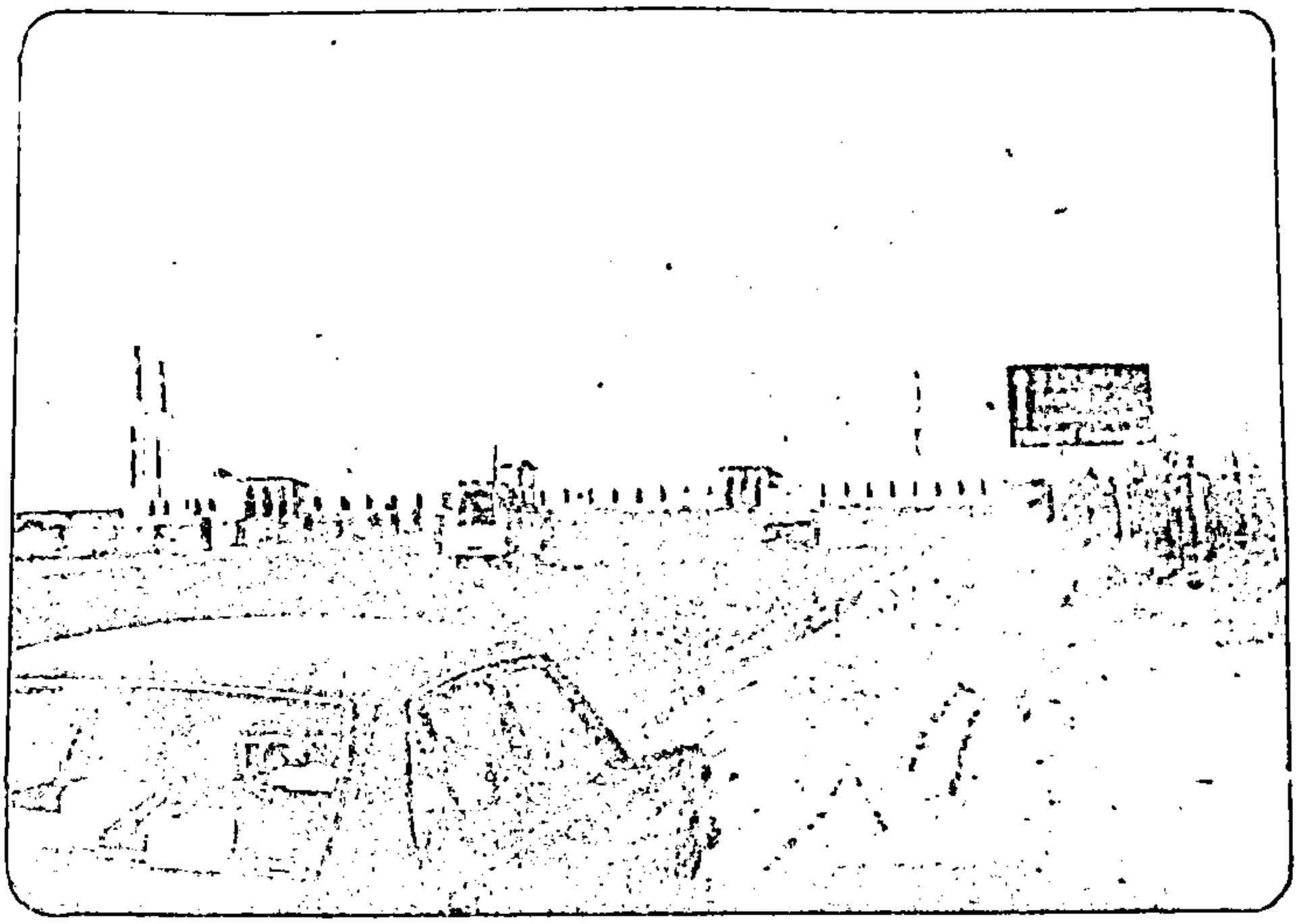

میدانِ عرفات میں مسجدِ نمرہ (مکۃ المکرمہ) نومبر ۱۹۷۶ء

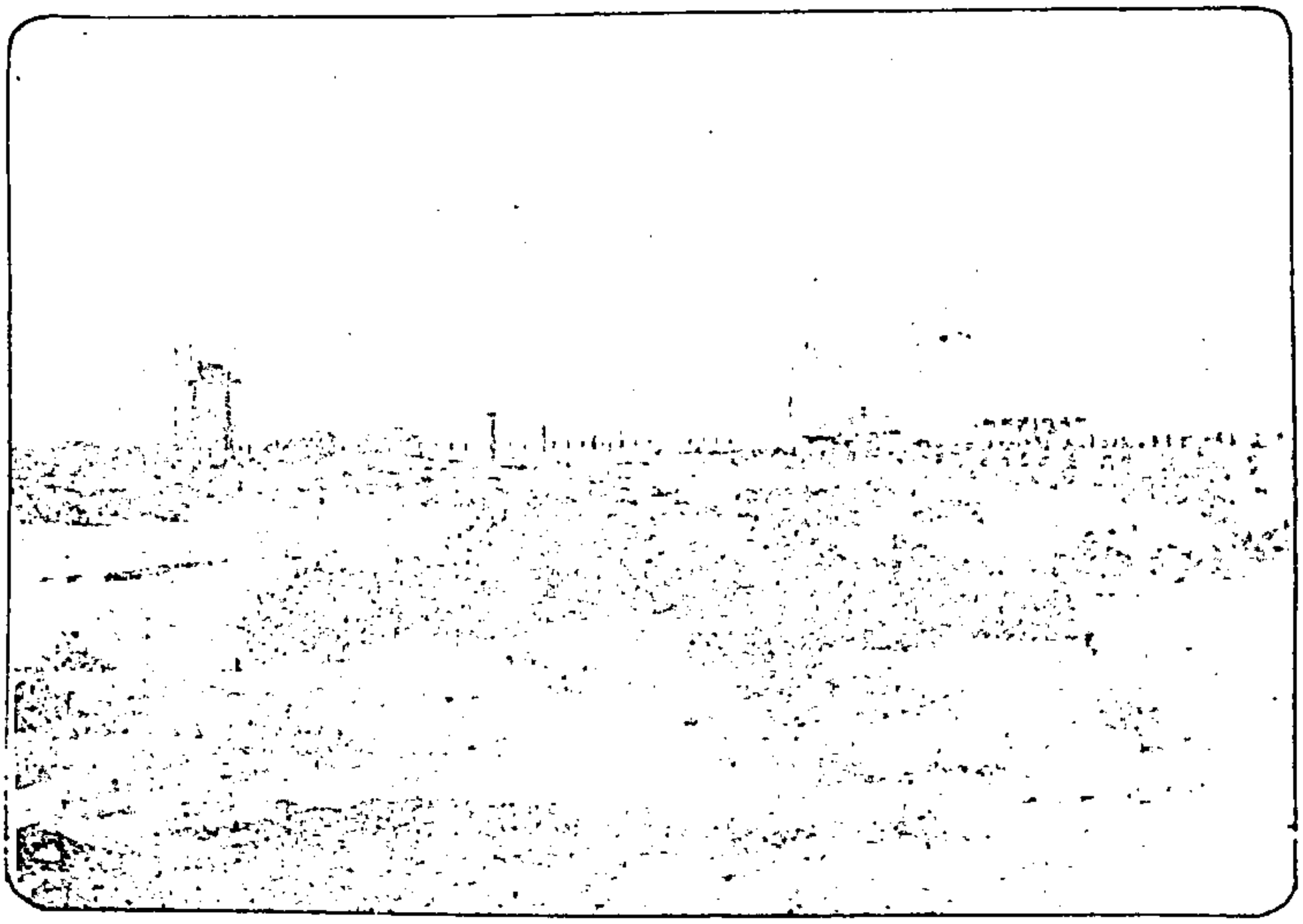

میدانِ عرفات اور مسجدِ نمرہ (مکۃ المکرمہ) نومبر ۱۹۷۹ء

Marfat.com

Marfat.com

سپس خدا کے پیغمبرؐ نے فرمایا۔ میں جو کہتا ہوں اُس پر عمل کرنا اور اُسی طرح پر انجام دینا میری وصیت یہ ہے:۔
ہر وُہ شخص جس کے پاس دُوسرے کی امانت ہو وُہ اُس امانت کو اُسی حالت میں دوسروں کو واپس کرے۔ اور امانت میں خیانت نہ کرنا۔

اے لوگو! سُود سے پرہیز کرنا۔ دورۂ جاہلیت والی سود خوری اسلام میں ممنوع ہو چکی ہے لیکن تمہارا اصل سرمایہ تم پر حلال ہے۔ خدا نے فرمایا۔ سُود خوری مت کرو اور پہلا شخص جسے میں سُودی لین دین سے منع کرتا ہوں وُہ میرے چچا عباس بن عبدالمطلب ہیں۔

اے لوگو! اگر کوئی قتل کرے تو اُس کو اُسی طرح محکوم بہ قتل کیا جائے گا اگر سہواً قتل ہو جائے اور عمداً نہ ہو اور مقتول پتھر یا لکڑی کی ضرب سے مرا ہو تو قاتل ایک سو اونٹ دیہ ادا کرے اور کسی صورت قاتل سے ایک سو اُونٹ سے زیادہ مت مانگنا۔ اور ہرگاہ کہ اس سے زیادہ مطالبہ کیا تم نے دورۂ جاہلیت کی رسم کی پیروی کی۔

اس موقع پر پھر رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کیا میں اپنا وظیفہ انجام دینے میں کامیاب ہوا ہوں یا نہیں؟ اے خدا! تو خود تعین کر آیا وظیفہ جو تُو نے میرے ذمہ کیا وہ بہ انجام پہنچا ہے یا نہیں؟

لوگ بلند آواز سے پکارے، ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اپنا وظیفہ بخوبی انجام دیا ہے۔

اِس کے بعد پھر محمدؐ نے فرمایا:

اے لوگو! ابلیس خشمگین ہے اسلیئے کہ اُسے معلوم ہے کہ تمہاری سرزمین یعنی سرزمینِ اسلام میں کوئی اُس کی پرستش نہیں کرے گا لیکن وُہ کوشش کرے گا کہ دُوسرے موارد میں اُس کی پرستش ہو۔

اُسے معلوم ہے کہ تمہارے مذہبی امور میں اُسے مداخلت کی قدرت نہیں۔ لیکن پھر بھی وُہ کوشش کرے گا کہ تمہارے غیر مذہبی اور تمہاری زندگی کے فرعی وسائل میں دخالت کرے۔ اُس سے حذر کرنا۔ اُس کے چھوٹے اور بے اہمیت کاموں میں بھی دخالت نہ کرنا۔ اس لیئے کہ اُس کے لیئے نفوذ کرنے کی جگہ نہ رہے ورنہ ایک دن وُہ تمہارے مذہب کو نقصان پہنچائے گا۔

اے لوگو! ماہ ہائے حرام کا کسی دُوسرے مہینے سے عوض کرنا بدعت ہے۔ بے ایمان لوگوں نے یہ روایت قائم کی ہے چُونکہ وہ ایمان نہیں رکھتے تھے اس لیئے یہ بدعت قائم کی اور گمراہ ہوئے۔ وُہ ایک سال جس مہینہ کو عام ماہ شمار کرتے اگلے سال اُسے ماہِ حرام قرار دے لیتے ہیں۔

اسلام میں تمام مہینے اُسی طور ہیں جس طور خداوند انہیں وجود میں لایا اور کتاب الٰہی میں ذکر کیا یعنی بارہ۱۲ مہینے ہیں اُس روز سے جب خداوند نے زمین و آسمان بنائے بارہ۱۲ مہینے ہی تھے۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار ماہ حرام ہیں۔ ان چار مہینوں میں سے تین تو یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور وہ عبادت کے مہینے ہیں ماہِ ذیقعد۔ ذی حج۔ محرم اور چوتھا مہینہ رجب ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔

اے لوگو! اب میں تمہاری مستورات کی بابت گفتگو کرتا ہوں۔ تمہاری عورتیں تم پر حق رکھتی ہیں اور تم اپنی عورتوں پر حق رکھتے ہو۔ اُن کا وظیفہ یہ ہے کہ تمہارے بستر پر کسی غیر مرد کو اجازت [illegible] وُہ لوگ جنہیں تم پسند نہیں کرتے انہیں اپنے گھروں

Marfat.com

میں داخل نہ ہونے دیں.

اور اگر انہوں نے ان وظائف پر عمل نہ کیا تو خداوند کی طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ اُن سے علیحدہ بستر میں استراحت کرو۔ انہیں تھپڑ لگاؤ مگر شدت سے نہیں اور اگر وُہ تمہاری اطاعت کریں اور اپنا وظیفہ بخوبی انجام دیں۔ انہیں مناسب غذا فراہم کرو۔ مناسب لباس پہناؤ۔ تمہیں چاہیئے کہ اپنی عورتوں سے بہترین سلوک کرو اسلیئے کہ وُہ تمہارے گھروں میں محبوس ہیں اور خود سے اختیار نہیں رکھتیں اور وُہ جو گھر میں محبوس ہو اور مختار نہ ہو اُس سے محبت اور شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ تمہاری عورتیں خداوند کی طرف سے تمہارے پاس امانتیں ہیں۔ اُس نے تمہیں اجازت دی ہے کہ اُس کے کلام کے وسیلہ سے اُن کے نزدیک آؤ (یعنی اسلامی قانون کے مطابق اُن سے ازدواج کرو) خدا سے ڈرو اور اپنی عورتوں سے بہترین برتاؤ کرو۔

ایک مرتبہ پھر پیغمبرؐ نے فرمایا: آیا میں اپنا وظیفہ صحیح طور پر انجام دے سکا ہوں یا نہیں؟ خدایا تو خود اس کا تعین فرما کہ آیا جو وظیفہ تو نے میرے سپرد کیا تھا میں نے صحیح طور انجام دیا ہے یا نہیں!

لوگوں نے بلند آواز سے جواب دیا: ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ نے اپنا وظیفہ احسن طریقہ سے انجام دیا ہے۔

محمدؐ نے فرمایا: اے لوگو! جو دینِ اسلام پر ایمان لائے ہو تم آپس میں بھائی بھائی ہو۔ ایک بھائی کا مال دُوسرے بھائیوں پر جائز نہیں اور مسلمان کو اجازت نہیں کہ ایک مسلمان کے مال میں دخل و تصرف کرے مگر یہ کہ اُس کی رضایت سے ـــــ اے لوگو! میرے مرنے کے بعد ایک دُوسرے کی جان و مال کے درپے نہ ہو جانا اور ایک دُوسرے کو قتل نہ کرنا۔ اسلامی اخوت کو قائم رکھنا۔ میں چلا جاؤں گا تمہارے درمیان موجود نہیں ہوں گا۔ لیکن میری موت کے بعد خدا کی کتاب اور میری سنت تمہاری راہنمائی کرے گی اور تمہیں گمراہ ہونے سے بچائے گی۔

آیا میں اپنا وظیفہ انجام دینے میں کامیاب ہوا ہوں کہ نہیں؟ خداوند تو خود تعیّن کر کہ آیا جو وظیفہ تو نے میرے ذمہ کیا میں نے باحسن انجام دیا ہے یا نہیں؟

لوگوں نے بلند آواز میں جواب دیا:

ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ نے اپنا وظیفہ بخوبی انجام دیا ہے۔

محمدؐ نے فرمایا:

اے لوگو! تمہارا خدا ایک ہے اور تمہارا جدِ امجد بھی ایک تھا۔ تم سب آدم کے بیٹے ہو اور آدمؑ خاک سے پیدا کیا گیا تھا لہٰذا تمہارا خمیر خاک سے ہے۔ تم میں سے کوئی کسی سے برتر نہیں۔ خدا کے زیادہ نزدیک وُہ ہے جو خدا سے زیادہ ڈرتا ہو اور جان لو کہ کوئی عرب یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ کسی غیر عرب سے برتر ہے۔ برتری فقط تقویٰ میں ہے۔

ایک مرتبہ پھر محمدؐ نے فرمایا۔ آیا میں اپنا وظیفہ بخوبی انجام دے سکا ہوں یا نہیں؟

لوگوں نے بلند آواز میں شہادت دی کہ آپؐ نے اپنا وظیفہ بخوبی انجام دیا ہے۔

محمدؐ نے فرمایا: اے لوگو! تم جو یہاں جمع ہو میرا یہ پیغام اُن لوگوں کو پہنچا دینا جو یہاں موجود نہیں ہیں تاکہ وُہ بھی میرے پیغام سے مطلع ہو جائیں۔

خداوند نے ہر وارث کے لیئے میراث میں سے حصّہ مقرر فرما دیا ہے ۔تم اپنا حصّہ وراثت کے مطابق وصول کرنا اور کبھی ایسی وصیت نہ کرنا کہ وارث کو مقررہ حصّہ سے زیادہ وصول ہو اور اگر تم کسی غیر کے لیئے وصیت کرو تو تمہیں معلوم ہو کہ وصیت اس طرح کرنا کہ اُس غیر کو جو وارث نہیں ہے میراث کے ایک تہائی (۱/۳) سے زیادہ نہیں پہنچنا چاہیئے۔

اے لوگو! چھوٹے بچے ماں سے متعلق ہیں اور وُہ شخص جو (محصنہ) سے زنا کرے اُسے سنگسار کیا جائے اور وُہ شخص جو اپنے باپ کے کسی غیر کو اپنا والد بتائے اور وُہ غلام جو اپنے ارباب کے علاوہ کسی دُوسرے سے اپنی معرفی کرائے ۔اُس پر خدا کی لعنت ہو گی ۔تمام فرشتے اور افرادِ بشر اُس پر لعنت بھیجیں گے اور روزِ جزا اُس شخص سے دیہ اور فدیہ قبول نہیں ہو گا۔

محمدؐ نے اپنا خطبہ واسلام علیکم (یعنی تم پر سلامتی ہو) پر ختم کیا۔

اس خطبہ کو سُنکر حاضرین بہت متاثر ہوئے ۔ایک روایت کے مطابق اُس روز (جبل الرحمۃ) پر ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمانوں کا مجمع تھا جنہوں نے پیغمبرِ اسلام کا خطبہ سُنا۔

جب محمدؐ کلمات ادا فرماتے لوگ اُس کی تکرار کرتے بخصوصاً اُس وقت جب محمدؐ اپنے وظیفہ کی بخوبی انجام دہی کے متعلق پُوچھتے۔ لوگ بلند آواز میں جو شہادت دیتے وُہ دلوں کو بہت زیادہ متاثر کرتی تھی۔

جب لوگ ایک آواز ہو کر محمدؐ کے جواب میں گواہی دیتے تو کوہ و دمن لرز اُٹھتے تھے ۔وُہ لوگ جنہوں نے اُس روز خطبہ سُنا زندگی کے آخری لمحہ تک اُسے فراموش نہ کیا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُس دن خطبہ سُننے والے مسلمانوں کے وجود کے ہر ذرّہ میں وُہ الفاظ جو محمدؐ نے ادا فرمائے قائم ہو گئے۔

ہم جب اُس خطبہ کو پڑھتے ہیں۔ حالانکہ ہم یورپین ہیں اور ہم نے پیغمبرؐ کی آواز نہیں سُنی اور اُس روز اُس اجتماع میں شامل نہیں تھے ۔پھر بھی بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ کُجا وہ لوگ جنہوں نے اُس دن (جبل الرحمۃ) میں یہ خطبہ اپنے کانوں سُنا اور اُن کی صورت بھی دیکھ رہے تھے۔ یہ بھی نگاہ میں رہنا چاہیئے کہ عربستان میں کلام کی ایک اپنی وقعت اور تاثیر تھی۔ عرب بادیہ کی رُوح کلام سے اس طرح اثر پذیر ہوتی تھی کہ شاید آج ہماری عقل و فہم سے باہر ہے۔

اس خطبہ کو خطبہ (حج البلاغ) بھی کہتے ہیں۔

لیکن اکثریت نے اُس دن کے خطبہ کو (خطبہ حج الوداع) کا نام دیا ہے اور آج بھی اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ خطبہ اسلام میں بہت مؤثر رہا ہے اور آج بھی مؤثر ہے اور تمام مسلمان جو لکھ پڑھ سکتے ہیں اس خطبہ کو حفظ کرتے ہیں۔

Marfat.com

کسالتِ رسول اللہ

مدینہ مراجعت کے ایک ماہ بعد تک آپؐ کی طبیعت اچھی رہی اُس کے بعد آپؐ بیمار ہوگئے۔ لیکن بیماری اِسطرح کی تھی کہ آپؐ گاہے گاہے گھر سے باہر تشریف لے آیا کرتے تھے اور مسجد میں جاکر نماز ادا کیا کرتے۔

جن دنوں وُہ خود گھر سے باہر تشریف لانے کی حالت میں نہ ہوتے تو آپؐ کی غیر موجودگی میں بعضی مؤرخین کے مطابق (علیؓ بن ابی طالب) اور بعض کے مطابق (ابوبکرؓ) امامت فرماتے۔

ہر موقع کہ ابوبکرؓ اور علیؓ مسجد میں قرآن پڑھاتے۔ پیغمبرؐ اپنے گھر میں ہی سُنتے رہتے اور کسی وقت اُٹھ کر بیٹھ جایا کرتے اور جو کچھ کہ مسجد میں پڑھا جاتا اُس کی تکرار فرماتے۔

جب تک محمدؐ میں مسجد تک جانے کی سکت تھی حتّٰی کہ دوسروں کی مدد سے۔ آپؐ نے مسجد جانے سے گریز نہیں کیا بعض اوقات آپؐ دو آدمیوں کے کندھوں کا سہارا لے کر مسجد جاتے تاکہ نماز پڑھائیں اور وعظ و نصیحت فرمائیں۔ ایک دن جب کہ آپؐ مسجد میں وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ کہا۔ اے بھائیو! جلد ہی تم میں سے ایک شخص جو تمہیں بہت عزیز رکھتا تھا۔ تمہارے درمیان سے چلا جائے گا۔ سامعین جو مسجد میں جمع تھے یہ سُن کر رو پڑے۔

اِس لیئے کہ وُہ اس کا مطلب سمجھ گئے تھے۔ جو انہیں دوست رکھتا تھا وہ محمدؐ تھے اور وُہ اب وفات پا جائیں گے۔

محمدؐ نے اُن کی دلداری فرمائی اور فرمایا گریہ مت کرو۔

بیماری کے دوران جب بھی آپؐ کی طبیعت قدرے بحال ہوتی آپؐ گھر سے نکل کر قبرستان بقیع کی طرف جاتے جہاں جنگ اُحد کے شہداء کی قبریں ہیں۔ اور کافی دیر آپؐ وہاں توقف فرمایا کرتے تھے۔

یہ صرف خدا کو معلوم ہے کہ محمدؐ جنگ (اُحد) کے شہداء کی قبروں پر کس بابت سوچا کرتے تھے۔ اُن دنوں جب بھی مسجد تشریف لے جاتے تو فرماتے۔ "اے بھائیو اور بہنوں اگر کسی کے ساتھ مجھ سے کوئی زیادتی ہوئی ہو تو پیشتر اس کے کہ میں اس جہان سے رخصت ہو جاؤں مجھ سے قصاص لے لو۔ اگر میں نے کسی کو مارا ہے تو آؤ مجھے مار لو میری پیٹھ حاضر ہے۔

رسول اللہ کا گھر مدینہ میں (جہاں آپؐ نے اس دُنیا سے کوچ فرمایا) مسجد کے نزدیک تھا۔ آپؐ کا گھر ایک منزلہ اور بغیر تہہ خانہ کے تھا۔ جس کی وجہ سے گرمیوں میں بہت گرم ہو جاتا تھا۔ گھر صحن کے درمیان میں بنا ہُوا تھا یعنی صحن رہائشی حصّہ کے چاروں اطراف تھا اور ہر وقت چند بھیڑیں صحن میں پھرتی رہتی تھیں۔

Marfat.com

ایک صبح آپؐ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو آپؐ نے وہاں جمع شدہ افراد سے فرمایا کہ جائیں اور میرے لیئے مدینہ کے سات کنوؤں سے سات پیالے پانی لائیں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ ایک کنوئیں سے دو پیالے پانی نہ لیا جائے۔ لوگ گئے اور سات کنوؤں سے سات پیالے پانی لے آئے۔

پیغمبرِ اسلام نے ہر پیالے میں سے تھوڑا تھوڑا پانی پیا۔ اور فرمایا اب میری طبیعت قدرے بہتر ہوگئی ہے۔

یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ کیوں محمدؐ نے ایسا کیا؟ اور کیوں سات کنوؤں کا پانی پینے سے طبیعت بحال ہوگئی۔ اُسکی وجہ یہ ہے کہ پانی ایک بدوی عرب کے لیئے دوا کی حیثیت رکھتا ہے۔ پانی کی قدر بدوی عرب ہی جانتا ہے جو تمام عمر تشنگی سے دوچار رہتا ہے۔ ہم اُس کی قدر نہیں جان سکتے۔ کیونکہ ہماری دسترس میں پانی کی افراط ہے۔ بدوی عرب کی نظر میں پانی نہ صرف مقوی رُوح وجسم ہے بلکہ تمام دردوں کی دوا ہے۔ عربستان کے بیابانوں میں جو شخص بھی بیمار ہوتا اُس کا پانی سے علاج کیا جاتا ہے۔

جس دن محمدؐ نے سات کنوؤں کا پانی پیا۔ فرمایا کہ میری طبیعت بہتر ہوگئی ہے۔ چند افراد کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ ایک مرتبہ پھر لوگوں سے خطاب کیا اور مومنین سے خواہش کی اگر مجھ سے کوئی زیادتی سرزد ہوگئی ہوئی ہے تو مجھے اُس کا قصاص لے لو۔ میں ہر نوع ضربت و اہانت برداشت کرنے کو تیار ہوں۔

پیغمبرؐ نے فرمایا اے لوگو! اگر میں نے تمہیں ضرب لگائی ہے اور اہانت کی ہے تو مجھے ضرب لگاؤ اور اہانت کرو اور مت ڈرو کہ آپ کا مجھے ضرب لگانا یا اہانت کرنا میری رسوائی ہوگی۔ اسلیئے کہ اس جہاں کی رسوائی اگلے جہان کی رسوائی کے مقابل بے اہمیت ہے۔ بعد آں آپؐ نے پھر فرمایا اپنے ذہنوں پر زور دو شاید کچھ ادائیگی میرے ذمہ ہو۔ جتنی تمہاری طلب ہے مجھ سے وصول کرو۔

ایک شخص اُٹھا۔ اُس نے عرض کی۔ یا محمدؐ آپ میرے تین درہم کے قرضدار ہیں۔ آپؐ نے فوری اُس کا قرض چکا دیا۔ اسکے بعد رشتۂ سخن کو بدلا اور (اسامہ) کی بابت فرمایا (اسامہ) (زید بن حارث) کا لڑکا تھا۔ (زید بن حارث) قبیلہ (بنو کلب) سے تھا۔ ابھی بچہ ہی تھا کہ ایک جنگ میں اسیر ہوا۔ ایک شخص (حکیم بن حزا) نے اُسے بعنوان غلام اپنی پھوپھی زاد بہن (خدیجہؓ دختر خویلد) کے لیئے خریداری کیا۔ اور یہ وہی (خدیجہؓ) ہیں جو بعد میں پیغمبرِ اسلام کی زوجیت میں آئیں۔ جب حضرت خدیجہؓ کی شادی آپؐ سے ہوئی تو خدیجہؓ نے یہ غلام آپؐ کی خدمت میں دے دیا۔ محمدؐ نے اُسے آزاد کر کے اپنی فرزندی میں لے لیا۔ اسی وجہ سے مکہ میں بعض لوگ (زید بن حارث) کی بجائے (زید بن محمدؐ) کہنے لگے تھے۔

تاوقتیکہ (زید بن حارث) کی بابت خداوند کی طرف سے آیت نازل ہوئی اور اس آیت میں جو آج قرآن کی سورۃ (احزاب) کی پانچویں آیت ہے۔ خداوند نے مسلمانوں سے فرمایا۔ (زید بن حارث) کو (زید بن محمدؐ) کے نام سے مت مخاطب کرو۔ اگرچہ پیغمبرؐ نے اُسے فرزندی میں لیا ہے مگر حقیقی فرزندِ رسولؐ نہیں ہے۔

آیت مذکورہ میں (زید بن حارث) کا نام نہیں ہے۔ لیکن آیت کا ایک حصّہ اُسی سے متعلق ہے (زید بن حارث) بعد آں جنگِ (موتہ) میں شہید ہوگئے تھے (زید بن حارث) کا ایک فرزند (اُسامہ) تھا۔ جسنے آپؐ کی بیماری کے دوران ایک لشکر تیار کیا (اُسامہ بن زید) کی عمر اُس وقت اکیس۲۱ سال تھی اور رسولؐ اللہ کی طرف سے اُسے رُوم پر حملہ کرنے کے لیئے اس لشکر کا کمانڈر مقرر کیا گیا تھا۔

اِس پر کچھ مسلمان جنگجوؤں نے بُرا بنایا۔ گرچہ رسولؐ اللہ کے احترام کی وجہ سے اُن کی خدمت میں کچھ نہ کہہ سکے۔ ویسے اِن پر

کھلم کھلا تنقید اور اظہار کیا کہ ایک اکیس[۲۱] سالہ جوان کو پیغمبرِ اسلام نے لشکر کا سپہ سالار بنا کر (شام) پر حملہ کے لیئے بھجوا دیا ہے۔ اُسکے پاس وُہ لیاقت اور تجربہ نہیں ہے۔

بالآخر خبر رسولؐ اللہ تک پہنچی۔ اُس روز مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ میں نے (اُسامہ بن زید) کا انتخاب اس مناسبت سے کیا ہے کہ وُہ علاوہ اس کے کہ (زید بن حارث) کا لڑکا ہے۔ ایک شجاع و عاقل جوان ہے اور میں جانتا ہوں کہ وُہ اس عہدہ کی ذمہ داریاں نبھا سکتا ہے۔

(اُسامہ بن زید) پیغمبرؐ کی رحلت کی وجہ سے اس جنگی مہم پر نہ جا سکا۔ لیکن بعد میں جب (ابوبکرؓ) خلیفۂ مسلمین ہوئے۔ تو انہوں نے پیغمبرؐ کے ارادہ کی تائید میں (اُسامہ) کو دوبارہ لشکر دے کر (شام) کے ساتھ جنگ کے لیئے بھجوایا۔ (اسامہ) شام گیا۔ جنگ ہوئی۔ اسلامی لشکر فتحیاب ہوا۔ اور یہ ثابت ہو گیا کہ پیغمبرِ اسلام کا (اُسامہ) پر اعتماد بے بنیاد نہیں تھا۔

(شام) کے ساتھ جنگ میں (اُسامہ) کی اس فتح نے اسلام پر (شام) کے دروازے کھول دیئے اور عمرؓ بن الخطاب کے دورۂ خلافت میں (شام) کی تمام مملکت اسلام کے زیرِ تصرف آ گئی۔

اُس دن کہ پیغمبرؐ نے مسجد میں (اسامہ) کی بابت صحبت فرمائی۔ رشتۂ کلام (انصار) تک پہنچایا اور فرمایا:

"اے مہاجرین! تم نے مکہ سے ہجرت کی اور مدینہ پہنچے۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ (انصار) کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ انصار میرے مورد اعتماد تھے اور ہمیں مکہ سے ہجرت کے بعد مدینہ میں اُن کی وجہ سے امن نصیب ہوا۔ اگر تم دیکھو (انصار) سے تمہاری بابت کوئی زیادتی سرزد ہو گئی ہے تو اُن سے درگزر کرنا۔ (انصار) میرے لیئے میرے لباس کی طرح تھے اور انہوں نے آج تک اپنے وظائف بڑی خوبی سے انجام دیئے ہیں۔ اس کے بعد اُن کا یہ وظیفہ نہیں بلکہ وُہ حقدار ہیں۔ اے لوگو! میں جب فوت ہو جاؤں تو مجھے سپردِ خاک کرنا اور میری قبر کے سامنے رکوع و سجود نہ کرنا۔ رکوع و سجود فقط خدائے واحد کے لیئے ہے۔" اس کے بعد پیغمبرِ اسلام مسجد سے تشریف لے گئے۔

ارتحال

پیشتر اس کے کہ ہم محمدؐ کی زندگی کے آخری ایام کی بابت گفتگو کریں. ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ہم مختصراً (جنگ تبوک) پر جو محمدؐ کی زندگی کی آخری جنگ تھی روشنی ڈالیں. جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مکہ سے مراجعت کے بعد محمدؐ بیمار ہو گئے لیکن گاہ بہ گاہ اُن کا حال بہتر ہو جایا کرتا تھا.

(شام) میں بعض سلاطین و اُمراء (قیصر رُوم) کے تحت حمایت تھے. وہاں افواہ مشہور ہو گئی کہ محمدؐ وفات پا گئے ہیں. اس افواہ کو سنکر (رُومۃ الصغریٰ) نے پروگرام بنایا کہ (شام) کے راستے جزیرۃ العرب پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کی سرکوبی کریں. یہ خبر جب خواجہ تو آپؐ نے ارادہ کیا کہ دشمن کے استقبال کے لیئے آگے بڑھیں. باوجودیکہ آپؐ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی لشکر کی تیاری کا حکم صادر فرمایا

اُس وقت بیت المال کی وضع اتنی اچھی نہیں تھی اور مدینہ میں کھانے پینے کی اشیاء کی کمی تھی. مزید یہ کہ اس سال گزشتہ کے موسم میں شدت کی گرمی کی وجہ سے حالت مزید خراب ہو گئی. پیغمبرِ اسلام نے مسلمانوں سے خواہش کی ہر مسلمان اپنی استطاعت کے مطابق لشکر کی تیاری میں مدد دے. اور ہر وُہ مسلمان جسمیں مالی سکت ہے وُہ اپنے لیئے اور خویش کے لیئے جنگی ساز و سامان مہیا کرے.

(عبدالرحمٰن بن عوف) اس اپیل پر چار ہزار درہم لائے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے. میں ہزار درہم گھر کے لیئے چھوڑ آیا ہوں اور بقیہ نصف آپؐ کی خدمت میں لیکر حاضر ہو گیا ہوں. محمدؐ نے فرمایا. تم جو مال و دولت اسلام لشکر کے لیئے لائے ہو اور جو گھر کے لیئے چھوڑ آئے ہو اُس میں خداوند مدد دیں. (عبدالرحمٰن بن عوف) اس قدر مالدار ہوئے کہ اس جہان سے کُوچ کیا تو میراث کا آٹھواں حصّہ جو اُن کی ایک بیوی کو ملا وُہ اسّی ہزار مثقال سونا تھا. (عبدالرحمٰن بن عوف) کی چار بیویاں تھیں.

(ابوبکرؓ) جو کچھ گھر میں رکھتے تھے آپؐ کی خدمت میں حاضر کر دیا (عمرؓ بن الخطاب) اپنے اموال کا آدھا حصّہ خدمتِ محمدؐ میں لائے. ایک شخص (عاصم بن عدی) کہ اُس کے پاس نقدی نہیں تھی. ایک سو وسق کھجوریں لائے (ابوعقیل) کہ ایک انصار تھے. ایک (صاع) کھجوریں لائے. اور عرض کی یا رسولؐ اللہ میرے پاس دو (صاع) کھجوریں تھیں (ایک صاع) لشکرِ اسلام کے لیئے لے آیا ہوں. (صاع) ایک من سے تھوڑا زیادہ ہوتا ہے. اور (وسق) عربستان میں چھ (صاع) کے برابر ہوتا ہے.

مسلمانوں نے واقعی فداکاری کی اور تمام اموال (تھوڑا بہت اپنے گھروں کی کفالت کے لیئے چھوڑ کر) سب رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر کر دیا. تیس ہزار کا طاقت ور لشکر باایمان افراد پر مشتمل تیار ہو گیا. جس میں دس ہزار سوار تھے.

مدینہ سے لشکر کی روانگی کا منظر بڑا باشکوہ تھا۔ تمام لشکر منظم صفوں میں (شام) کی سرحد کی طرف روانہ ہوگیا۔ اسلام کی تاریخ میں اُس وقت تک ایسی مثال نہیں ملتی تھی۔ جس وقت لشکرِ اسلام شام کی سرحد پر پہنچا۔ مقامی امراء ورؤسا جو لشکرِ روم کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا قصد کر رہے تھے۔ بھاگ گئے اور شام کی سرحدوں کے اندر چلے گئے۔ حتیٰ کہ لشکرِ روم جو مقامی امراء ورؤسا کی مدد سے بڑھکر حملہ کرنے کی سوچ رہا تھا۔ عقب نشین ہوگیا۔

پیغمبرؐ نے کچھ دیر شام کی سرحد پر توقف کیا اور مقامی (قبائل کے) امراء ورؤسا اور مذہبی پیشواؤں کو جو زیادہ تر عیسائی تھے۔ مطیعِ اسلام کیا یعنی وہ متعہد ہوئے کہ اسلامی حکومت کو جزیہ ادا کریں گے۔ اُس وقت محمدؐ اپنے طاقت ور لشکر کے ساتھ مدینہ واپس ہُوئے۔ لشکرِ اسلام نے شام کی سرحد پر ایک قلعہ بنام (تبوک) کو اپنا مرکز بنایا تھا۔ اسی مناسبت سے اس لشکر کشی کو جنگ (تبوک) کا نام دیا گیا۔ محمدؐ نے (تبوک) میں جنگ نہیں کی تھی۔ لیکن مقامی قبائلی رؤسا لشکرِ اسلام سے خوفزدہ ہوگئے اور مسلمانوں سے غیر جانبدار رہنے کا معاہدہ کر لیا یا اتحادی ہوگئے۔ انہوں نے بچشم خود دیکھا کہ اسلامی لشکر کی آمد پر ایسی ہیبت پھیلی کہ رومی لشکر بھی عقب نشینی اختیار کر گیا تھا۔

(تبوک) کی جنگ کے لیئے لشکر کے کوچ کے وقت چند مسلمانوں نے راحت طلبی کی وجہ سے یا موت کے خوف سے میدانِ جنگ میں ساتھ جانے سے گریز کیا۔ وہ تھے (ابولبابہ)۔ (اوس بن ثعلبہ) اور (ودیعت بن حرام) یہ تینوں افراد اپنے عمل پر پشیمان ہوئے اور ابھی محمدؐ (تبوک) سے مدینہ واپس تشریف نہیں لائے تھے۔ انہوں نے خود کو مسجد مدینہ کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا اور کہا کہ وقتیکہ محمدؐ ہمیں معاف نہیں فرمادیں گے ہم اسی طرح بندھے رہیں گے۔

پیغمبرِ اسلام کی عادت تھی جب بھی سفر سے مدینہ واپس پہنچتے۔ مستقیماً مسجد جاتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے۔ پس (تبوک) سے مراجعت پر آپؐ جب وارد مسجد ہوئے تو ان تینوں کو ستونوں سے بندھا دیکھا۔ پیغمبرِ اسلام نے پوچھا۔ کیوں ستونوں سے بندھے ہوئے ہو؟

انہوں نے عرض کی ہم گنہگار ہیں کیونکہ میدانِ جنگ میں نہیں گئے۔ جب تک آپؐ ہمیں ہماری اس کوتاہی پر معاف نہیں فرمائیں گے۔ ہم اسی طرح خود کو بندھے رکھیں گے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا، بندوں کے گناہ تو خُدا ہی بخشتا ہے۔ مَیں بخشنے والا نہیں ہُوں۔ اس واقعہ کے بعد سورۂ (توبہ) کی ایک سو دوئی آیت نازل ہوئی:

"وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" یعنی "(جنگ سے) گریز کرنے والوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا اور جنہوں نے ملے جُلے عمل کیئے تھے۔ کچھ بھلے اور کچھ بُرے۔ خداوند ان کی توبہ قبول کرتا ہے۔ بے شک اللہ بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

اس آیت کے بموجب خداوند نے ان تینوں کا گناہ معاف فرمایا۔ شکرانہ کے طور پر رسولؐ اللہ سے عرض کی ہم اپنا تمام مال و دولت بیت المال میں دینا چاہتے ہیں۔ لیکن اسی سورۂ (توبہ) میں دوسری آیت نازل ہوئی۔ جس میں خداوند نے فرمایا ان تینوں افراد کے اموال میں سے فقط صدقہ لے کر بقایا مال واپس کر دو۔

Marfat.com

(تبوک) پر لشکر کشی کے بعد پیغمبرِ اسلام نے کسی جنگ میں شرکت نہیں کی. لیکن وُہ تقویّت اسلام کی فکر سے غافل نہیں تھے اور بیماری کی حالت میں بھی آپؐ نے ایک لشکر (اسامہ) کی قیادت میں شام پر حملہ کے لیئے تیار کیا لیکن رحلتِ پیغمبرؐ اس لشکر کشی کی روانگی میں مانع ہوئی.

مسجد میں خطاب کے دُوسرے دن پیغمبرِ اسلام کی حالت وخیم تر ہوگئی. آپؐ نے فرمایا میری بیماری کا سبب وہی زہر ہے جو اُس یہودی عورت نے (خیبر) میں مجھے کھلایا تھا۔ وُہ زہر گاہے گاہے میرے لیئے ناراضی کا باعث بنتا رہا۔ مگر نہ اس طرح کہ میں بستر سے لگ جاؤں اب اس زہر کا حملہ سنگین تر ہے.

جن دنوں پیغمبرِ اسلام سخت بیمار تھے. گھر سے مسجد تک جانے کی بھی سکت نہیں رہی تھی. ابوبکرؓ مسجد میں نماز پڑھواتے تھے ایک روز آپؐ کی طبیعت قدرے سنبھلی تو آپؐ اپنے چچا عباسؓ کے دو بیٹوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے. اس وقت (ابوبکرؓ) مسلمانوں کو خطبہ دے رہے تھے. (ابوبکرؓ) آپؐ کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اُٹھے اور اپنی جگہ پیغمبرِ اسلام کے لیئے خالی کرنا چاہی. مگر پیغمبرِ اسلام نے اشارہ سے بیٹھنے کا اذن دیا. اور چونکہ طبیعت ٹھیک نہ تھی اس لیئے عباسؓ کے دونوں بیٹوں کا سہارا لیئے ہوئے واپس گھر آگئے.

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ محمدؐ کی بیماری کی بابت اظہارِ نظر نہیں کیا جا سکتا. کیونکہ اسلامی مؤرخوں نے بیماری کی علامات وضاحت وتفصیل سے نہیں لکھی ہیں تاکہ یہ سمجھا جا سکے کہ کیا مرض تھی. جو کچھ بھی اس سلسلہ میں لکھا جائے وُہ سب فرضی ہوگا.

سن ۱۱ ہجری ماہ ربیع الاوّل میں محمدؐ کی حالت ایک بار پھر وخیم تر ہوگئی. انہوںؐ نے حس کیا کہ اب اس جہاں سے رخصت کا وقت آگیا ہے. انہیںؐ یاد آیا کہ عائشہؓ کے پاس سات دینار نقد پڑے ہوئے ہیں.

محمدؐ کے پاس اِن سات دیناروں کے علاوہ کچھ نہ تھا. لہٰذا عائشہؓ کو بلا کر فرمایا آیا وُہ سات دینار ابھی تک تمہارے پاس ہیں؟

انہوں نے عرض کی "ہاں یارسولؐ اللہ".

محمدؐ نے فرمایا۔ ساتوںؐ دینار غریبوں میں تقسیم کر دو۔ میں ان سات دیناروں کے ساتھ خداوند کے ہاں جاتے ہوئے شرمندگی محسوس کرتا ہوں.

بروز سوموار بتاریخ ۱۳ ربیع الاوّل ۱۱ ہجری کو محمدؐ بہت زیادہ بیمار ہوگئے.

تواریخ اسلامی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دن تک پیغمبرِ اسلام نے بیماری کے دوران کوئی دوا نہیں کھائی تھی. لیکن بعض مؤرخین اسلامی کے مطابق بروز سوموار ۱۳ ربیع الاوّل کو یا دو روز قبل تھوڑی سی دوا محمدؐ کو دی گئی لیکن انہوںؐ نے دوا کھانے سے کراہت محسوس کی.

آخری خواہش جو محمدؐ نے وہاں جمع شدہ لوگوں سے کی وُہ یہ تھی کہ اُنؐ کے دانتوں پر مسواک کریں تاکہ دانت صاف ہو جائیں۔ آپؐ نظافت سے بہت علاقمند تھے اور کئی مرتبہ فرمایا نظافت نصف ایمان ہے.

بروز سوموار بتاریخ ۱۳ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ ہجری مطابق ۸ جون سنہ ۶۳۳ عیسوی (علیؓ بن ابی طالب) چچا عباسؓ کا

لڑکا (ابوالقاسم)۔ (اسامہ بن زید)۔ (شکران) آپؐ کا ایک اور آزاد کردہ غلام جس کا ذکر ابھی تک نہیں آیا تھا۔ (اوس بن خولی) اور تمام ازواج مطہرات آپ کی خدمت میں موجود تھیں۔ حضرت (عائشہؓ) فرماتی ہیں کہ میں اُن دنوں جوان تھی اور نہ سمجھ سکی کہ میرے شوہر اس جہان سے رخصت ہونے والے ہیں۔ میں نے دونوں بازوؤں سے گردن کے اردگرد حلقہ کیا ہوا تھا۔ اور اسی حالت میں رسولؐ اللہ نے رحلت فرمائی۔

میں نہ سمجھ سکی کہ آپ رخصت ہو چکے ہیں۔ جب عورتوں نے آہ وشیون شروع کی اور مرد رونے لگے تو مجھے احساس ہوا کہ پیغمبرِ اسلام اس جہان سے تشریف لے جا چکے ہیں۔

جس لحظہ آپؐ کی موت واقع ہوئی ایک روایت کے مطابق مہر نبوت جو پشت پر دونوں شانوں کے درمیان تھی معدوم ہو گئی۔ ویسے بھی رحلتِ پیغمبرؐ سے رسالت کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ جب محمدؐ نے اس دنیا سے کوچ فرمایا۔ سوائے ایک سفید خچر جو شاہِ حبشہ نے آپؐ کی خدمت میں بھجوائی تھی اور چند تلواروں کے کوئی چیز ترکہ میں نہیں چھوڑی تھی۔

عربوں کی ایک یہ رسم بھی تھی کہ جس وقت ایک رئیس قبیلہ وفات پاتا تو اُسے اُسی جگہ دفن کرتے جس نقطہ پر اُس نے جان جانِ آفرین کے سپرد کی ہوتی۔ لہٰذا فیصلہ ہوا کہ محمدؐ کو اُسی جگہ دفن کیا جائے گا۔ جس جگہ انہوں نے رحلت فرمائی تھی۔

محمدؐ اہلِ مکہ تھے مگر وفات مدینہ میں پائی۔ اب عزیز و اقرباء حیران تھے کہ قبر کی کھدائی مکہ کی رسم کے مطابق ہو یا مدینہ کی طرز پر کھودی جائے۔ مکہ میں قبر عمودی کھود کر مُردہ کو اُس میں رکھ، قبر کو ڈھانپ دیتے تھے مگر مدینہ میں قبر عمودی کھود کر پھر بغل میں کھدائی کی جاتی تھی۔ اور جسدِ متوفی کو اُس بغلی کھدائی میں رکھ کر اُس کا مُنہ بند کر دیا جاتا تھا۔ پس ازیں قبر کو مٹی سے پر کر دیا جاتا تھا۔

بالآخر سب نے یہ فیصلہ کیا کہ دو قبر کن مکی اور مدنی بُلائے جائیں کہ آ کر قبر کھودیں۔ جو قبر کن پہلے آ گیا اُسی طرز پر قبر کھودی جائے گی۔ مدنی قبر کن پہلے پہنچا لہٰذا قبر مدنی طرز پر کھودی گئی۔

قبر تیار ہو جانے کے بعد پیغمبرِ اسلام کی جو ایک ہی چادر تھی اُسی سے آپؐ کو ڈھانپ دیا گیا۔ تاکہ آپؐ کے بعد کوئی دوسرا اس چادر کو استعمال نہ کر سکے۔

اس کے بعد پیغمبرِ اسلام کے جسدِ مبارک کو غسل دیا گیا۔ عربوں میں غسل دینے کی رسم تھی مگر اُن علاقوں میں جہاں پانی میسّر آتا آپؐ کے جسدِ مبارک سے بوقتِ غسل احتراماً لباس نہ اتارا گیا اور جسدِ مبارک کو لباس کے ساتھ ہی غسل دیا گیا۔ اس کے بعد ایک سُرخ رنگ کا کپڑا اور بعض روایات کے مطابق سُرخ رنگ کے قالین کو جسمِ اطہر کے اردگرد لپیٹ دیا گیا اور جسدِ مُبارک کو قبر کی بغلی کھدائی میں رکھ دیا گیا۔ جسدِ مُبارک ایک پہلو پر رکھا گیا اور قبر اس طرح کھودی گئی تھی کہ چہرہ مبارک کعبہ رُخ رہے۔

اس وقت بغلی کھدائی کا مُنہ بند کر دیا گیا اور قبر کو خاک سے پُر کر کے قبر پر ایک چھوٹا سا پودا لگا کر پانی دیا گیا تاکہ رشد کرے۔ عرب مُردوں کو بغیر تابوت کے دفن کیا کرتے تھے۔ مردہ کو تابوت میں بند کر کے جسدِ مُردہ کو زیرِ خاک محفوظ کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

وُہ کہتے تھے کہ انسان سے کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ بجز اُن کے اعمال کے جو وُہ زندگی میں اپنی رُوح کے وسیلہ سے وجود میں لایا تھا۔ دُوسری تمام چیزیں فنا ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

پیغمبرؐ نے کوئی جانشین مقرر نہیں فرمایا تھا۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ رحلت سے چند ساعت قبل آپؐ نے خواہش کی تھی کہ ایک کاتب بلایا جائے تاکہ آخری وصیت لکھ لے۔ اُن کا ارادہ یہی تھا کہ جانشین کا تعین فرمائیں۔ آپؐ کے قریب اُس وقت جو لوگ موجود تھے انہوں نے علیؓ کو بلوا بھیجا۔ عائشہؓ نے اپنے والد (ابوبکرؓ) کو اطلاع بھجوائی۔ (حفصہؓ) نے اپنے والد (عمرؓ) کو بلوا بھیجا۔ علیؓ۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ بیک وقت وہاں پہنچ گئے۔ محمدؐ نے جب ان تینوں افراد کو اکٹھے دیکھا تو جانشینی کے متعلق اپنے نظریہ کا اظہار نہ کیا۔

لیکن یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے۔ آپؐ اس سے کہیں قوی الارادہ اور باعمل تھے کہ مسئلہ جانشینی کا تعین کرنے کے بارے میں (جو دنیائے اسلام کے لیئے بہت اہمیت کا حامل تھا)۔ تینوں افراد کو اکٹھے دیکھ کر ہچکچاہٹ محسوس کرتے اور اپنے نظریہ کا اظہار نہ فرماتے۔ باوجود اس کے کہ مسلمین آپؐ کے ہر لفظ کو حکم کا درجہ دیتے تھے۔

آپؐ نے چھوٹی بڑی اسّی جنگوں میں شرکت فرمائی اور زیادہ تر جنگوں میں اپنی فوج کی قیادت فرمائی وہ اس سے کہیں ولیہ تھے کہ جانشینی کا تعین کرنے میں ہچکچاتے اور چند دوست شخصیتوں کو دیکھ کر دب جاتے اور فیصلہ نہ کرتے۔ لہٰذا یہ روایت قابل قبول نہیں ہے۔

مسجد میں جب مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ پیغمبرِ اسلام اس دُنیا سے رحلت فرما گئے ہیں۔ آہ وشیون کرنے لگے۔ (عمرؓ بن الخطاب) مسجد میں گئے اور پکارا۔ کس لیئے آہ وشیون کرتے ہو؟ تلوار نیام سے باہر نکالی اور کہا جو کوئی یہ کہے گا کہ محمدؐ وفات پا گئے ہیں میں اُس کی گردن ماردوں گا۔ ہمارے پیغمبرؐ فوت نہیں ہوئے بلکہ آسمانوں میں خداوند کے پاس گئے ہیں اور جلد ہی واپس آجائیں گے۔

اُسی وقت (ابوبکرؓ) مسجد میں داخل ہوئے اور کہا اے عمرؓ رُک جاؤ اور اپنی شمشیر کو نیام میں کر لو۔ پھر لوگوں سے خطاب فرمایا۔ مسلمانوں محمدؐ نے فرمایا کرتے تھے کہ میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں اور ہر انسان کو مرنا ہے خواہ وہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہو اس سے پہلے بھی پیغمبرؐ فوت ہوئے ہیں اور ہمارے پیغمبرؐ نے بھی رحلت فرمائی ہے۔ ہر وہ شخص جو مسلمان ہے اور محمدؐ بن عبداللہ کے پیغمبرِ اسلام ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔ جان لے کہ آپؐ فوت ہو چکے ہیں۔ پیغمبر فوت ہو جاتا ہے برعکس خداوند ہمیشہ رہنے والا ہے اور ہرگز نہیں مرے گا۔

(عمرؓ بن الخطاب) نے جب یہ سُنا تو زمین پر بیٹھ گئے۔ سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور رونے لگے۔ مسلمان جو چند لحظہ قبل خاموش ہو گئے تھے پھر رونے لگے۔

اِس دارِ فانی سے عظیم ترین مردِ جہاں محمدؐ پیغمبرِ اسلام اس طرح رُخصت ہوئے۔

تمت بالخیر

کتابت: محمد شریف اختر گجرات (پاکستان)

Marfat.com

فہرست ابواب

عنوان باب	صفحہ نمبر
بچپن کا دَور	۱
اصحابِ فیل	۶
محمدؐ (امین)	۱۵
حلفُ الفضول (ایک رضاکارانہ تنظیم)	۲۱
ازدواجِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵
گھریلو زندگی	۳۱
غارِ حرا	۳۵
آغازِ رسالت	۴۲
سابقین	۴۸
عربوں کی عادات و روایات	۵۷
پہلی عورت جو اسلام کی راہ میں شہید ہوئی	۶۷
عمرؓ بن الخطاب طاقتور ترین مردِ عرب کیسے مسلمان ہوا	۷۰
مسلمانوں کی ہجرتِ اوّل	۷۸
شعب میں فاقہ مستی	۸۶
معراج کی علمی توضیح کیا ہے	۹۴
وہ مخلوق جو ظاہر نہ ہوئی مگر محمدؐ کو سُنا اور ایمان لے آئی	۱۰۱
مذہب اسلام میں اُمّت کا مفہوم	۱۰۸
ہجرت تاریخ اسلام کا ایک فیصلہ کُن واقعہ	۱۱۳
محمدؐ کی بزرگترین فداکاری	۱۲۰
تاریخِ اسلام اور دُنیا میں ہجرت کی اہمیّت کیوں؟	۱۲۶
قبا سے مدینہ میں آمد	۱۳۳
اسلام کا پہلا اساسی قانون	۱۴۰
اقتصادی و تجارتی محاصرہ اور مکّہ کے تجارتی قافلوں کے خلاف کاروائیاں	۱۴۹

Marfat.com

عنوان ابواب	صفحہ نمبر
عبداللہ بن جحش کا حملہ اور ماہِ حرام	۱۵۹
جنگِ بدر اور محمدؐ کی جنگی تکنیک	۱۶۴
انسانی تاریخ میں پہلی بار جنگی اسیروں پر رحم کیا گیا	۱۷۶
مکہ میں جنگِ بدر کے اثرات	۱۸۲
یہودیوں کے ایک گروہ کا مدینہ سے اخراج	۱۸۸
جنگِ اُحد میں مجاہدینِ اسلام کی شجاعت	۱۹۳
جنگِ اُحد اور فوجی نقطۂ نگاہ	۲۰۷
پیغمبرِ اسلام کی ازواجِ مطہرات	۲۱۲
قریش کی نئی چال	۲۱۶
جنگِ خندق	۲۲۴
عمرہ کے لیئے روانگی	۲۳۷
جنگِ خیبر	۲۵۳
خالدبن ولید نے کہا یہ مرد فریب کار نہیں ہو سکتا	۲۶۱
رُوم سے جنگ	۲۶۷
فتحِ مکہ (محمدؐ جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے)	۲۷۲
درۂ حنین میں	۲۸۲
عام الوفود (وفود کی پذیرائی کا سال)	۲۸۷
رسالتِ رسولؐ اللہ	۲۹۶
ارتحال	۲۹۹

Marfat.com

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ　　کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ　　صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

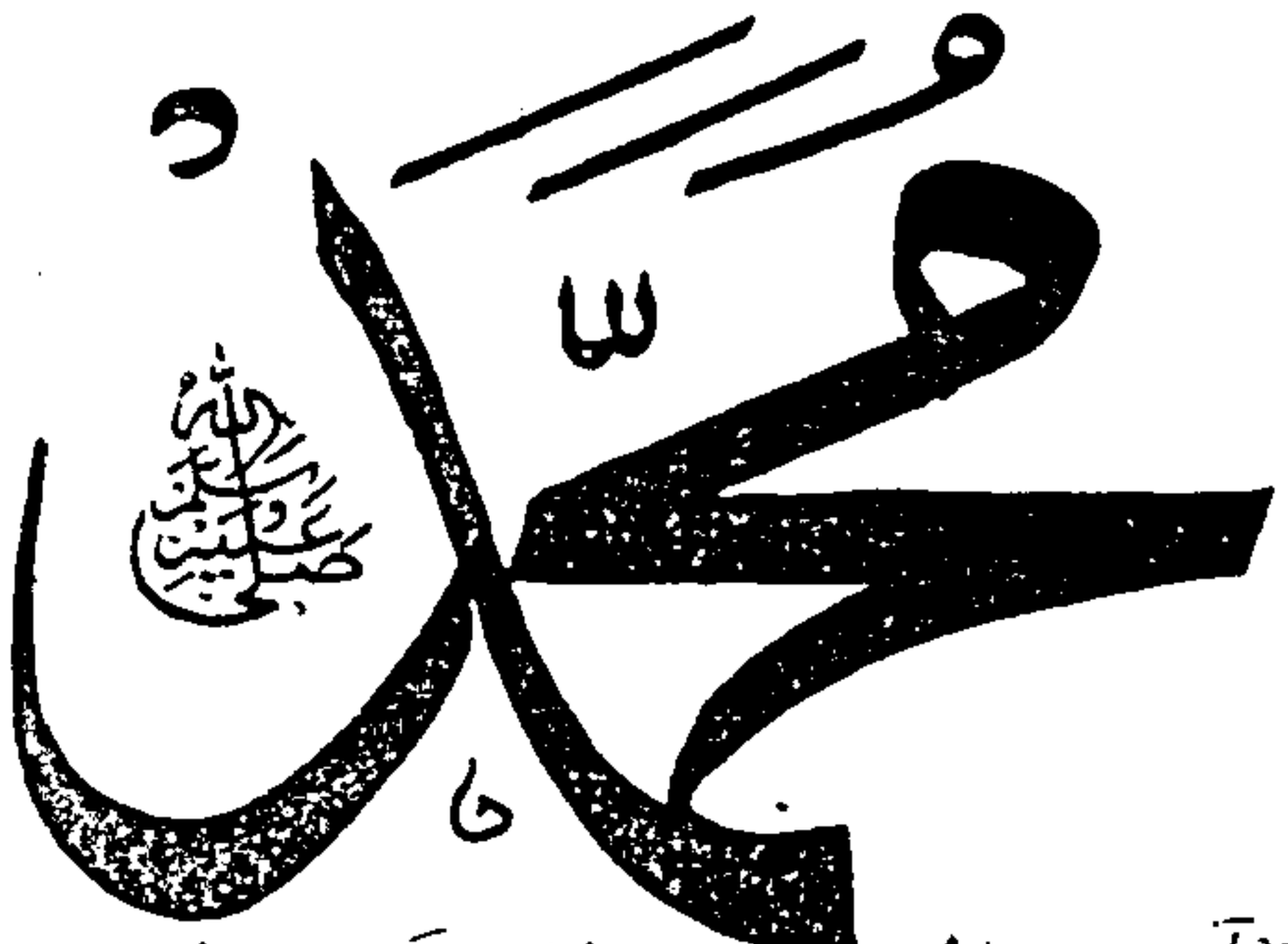

پیغمبرِ اسلام

آپ کو آج بھی اُسی طرح دوبارہ پہچاننے کی ضرورت ہے

مترجم:

مُشتاق حُسین میر

ناشر: گرین لائٹ پریس گجرات

Marfat.com